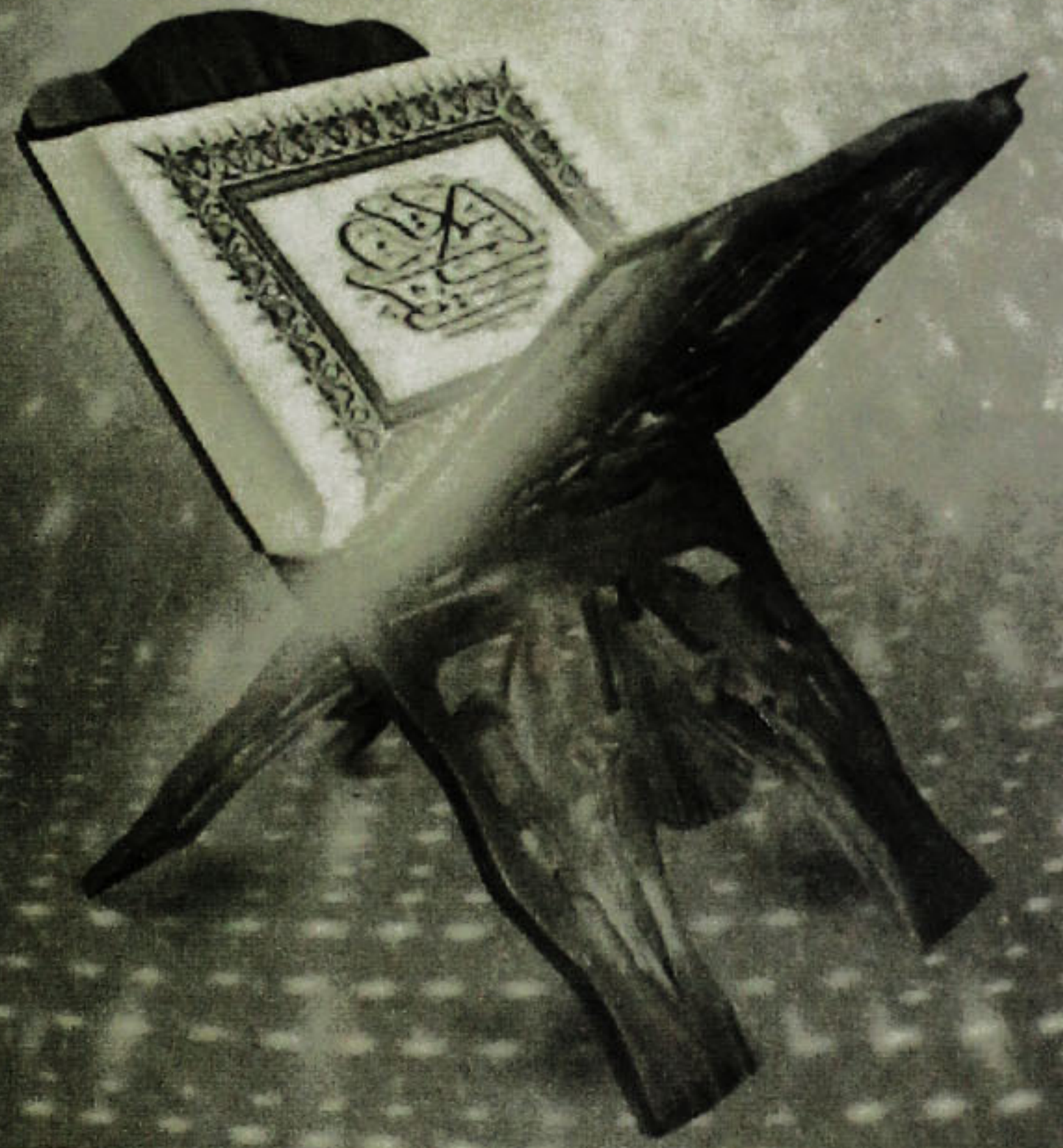


# قرآن مجید اور مستشرقین

غلط فہمیوں کا جائزہ



مولانا محمد جزیس کریمی







# قرآن مجید اور مستشرقین

غلط فہمیوں کا جائزہ

مولانا محمد جرجیس کریمی



۱۱-۲۹۶۲-۷۶

DARUL ULOOM

2017. 471  
2915

1593

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

قرآن مجید اور مستشرقین غلط فہمیوں کا جائزہ	نام کتاب :
مولانا محمد جرجیس کریمی	نام مؤلف :
ملک ساجد قادر	اہتمام :
ملک اسد علی قاسمی	مارکیٹنگ مینیجر :
گنج شکر پرنٹرز	مطبع :
2017	سن اشاعت :
220 روپے	قیمت :

ملک اینڈ کمپنی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 54000

03214021415، 042-37248209

## ترتیب

۷	پیش لفظ
۹	استشراق کا تاریخی پس منظر
۹	استشراق کی لغوی تعریف
۹	اصطلاحی تعریف
۹	مشرق و مغرب کی تقسیم
۱۰	مشرق و مغرب کی مغربی تقسیم
۱۰	مشرقی علوم
۱۰	مشرقی علوم کی مغربی تقسیم
۱۱	استشراق کی تحریک کے بارے میں محققین کی آرا کا خلاصہ
۱۱	یہودیت اور استشراق
۱۳	عیسائیت اور استشراق
۱۴	استشراق اور صلیبی جنگیں
۱۵	اسلام اور اہل اسلام کے خلاف فتنوں کی یلغار
۱۵	استشراق کے اور دوسرے اسباب
۱۵	مذہبی
۱۵	معاشی
۱۶	علمی
۱۶	ذاتی دلچسپی
۱۶	استشراق عہد بہ عہد، منزل بہ منزل
۱۷	مستشرقین کی قسمیں

۱۷	استشراق، مقاصد اور طریقہ کار
۱۸	استشراق کا مستقبل
۱۹	قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات
۲۱	داخلی اعتراضات
۲۱	عقیدہ توحید اور اللہ پر اعتراض
۲۲	عقیدہ آخرت پر اعتراض
۲۲	تخلیق آدم، سجدہ ملائک اور مستشرقین
۲۳	ذریت آدم کی گواہی پر اعتراضات
۲۳	آسمان وزمین کے سات طبق پر اعتراض
۲۳	عرش، لوح اور میزان پر اعتراض
۲۴	قرآنی تعلیمات پر مستشرقین کے اعتراضات
۲۵	قصص اور تاریخی واقعات پر اعتراضات
۲۶	خارجی اعتراضات
۲۶	قرآن مجید کی عربیت اور مستشرقین
۲۶	بلاغت قرآن پر اعتراض
۲۷	جمع وترتیب پر اعتراض
۲۷	منسوخ آیتوں پر اعتراض
۲۸	خلاصہ بحث
۳۱	قرآن مجید پر اعتراضات کرنے والے بعض مشہور مستشرقین
۳۱	پروفیسر اجناس گولڈزیہر
۳۲	ولیم کلیئر ٹنڈال
۳۳	جورج سیل
۳۴	رچرڈ ہیل
۳۵	الفریڈ کیٹویل اسمتھ
۳۶	تھیوڈور نولڈ کے

سرہمیلٹن الیگزینڈر روسکین گب

آرتھر جان آربری

جوزف شناخت

ریچس بلاشیر

ڈاکٹر اسپرنگر

ولیم منگمری واٹ

ایڈورڈ ونیز برف

سر ولیم میور

آرتھر جیفری

جان برٹن

ابن وراق

قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

قرآن کا ادبی اعجاز - فصاحت و بلاغت

قرآن کا خبری اعجاز - پیش گوئیاں

قرآن کا علمی اعجاز - سائنسی انکشافات

قرآنی احکام اور طبی حکمتیں

ایمان اور ذہنی سلامتی

شراب، میڈیکل سائنس اور قرآن

سائنس کو قرآن کا چیلنج

مستشرقین کے بعض دیگر اعتراضات کے جوابات

اللہ، توحید اور عقیدہ آخرت پر اعتراض کا جواب

عرش، لوح، میزان اور تخلیق آدم پر اعتراض کا جواب

آسمان وزمین کے سات طبق، قرآن اور سائنس

قرآنی تعلیمات پر اعتراضات کے جوابات

قصص اور تاریخی واقعات پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید اور مستشرقین

۸۱

۸۲

۸۳

۸۳

۸۷

۱۱۰

۱۱۲

۱۱۶

قرآن مجید کی عربیت پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید کے نسخ پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں تکرار اور صرف و نحو کی غلطیاں

جمع و ترتیب پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید سے متعلق مستشرقین کی کاوشیں

ماخذ و مراجع

ضمیمہ ۱

ضمیمہ ۲



## پیش لفظ

استشراق اور مستشرقین کا موضوع نہایت سنجیدہ موضوع ہے لیکن اس کی طرف توجہ کم کی گئی ہے۔ علمائے اسلام میں چند ہی نے اس کو اپنی تحقیق کا مستقل موضوع بنایا ہے ورنہ عام طور سے اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بظاہر اس موضوع پر جتنا کام ہونا چاہیے تھا اس کا عشرِ عشر بھی نہیں ہوا ہے۔ مستشرقین نے اسلامی علوم و فنون خاص کر قرآن و سیرت نبویؐ کو مطالعہ کا موضوع بنایا ہے۔ بایں اعتبار اس کی اہمیت مزید دو چند ہو جاتی ہے کہ انھوں نے اس پر طرح طرح کے اعتراضات بھی کیے ہیں۔

اسلام سے متعلق مستشرقین کی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا ازالہ ایک دینی فریضہ ہونے کے ساتھ دعوت و تحریک کا بھی ایک حصہ ہے۔ اسی غرض سے اس موضوع کا انتخاب کیا گیا۔ ۱۹۹۹ء میں اس کا طبع اول منظر عام پر آیا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے اس کو علمی حلقے میں غیر معمولی مقبولیت عطا کی۔ عرصہ سے خواہش تھی کہ اس پر نظر ثانی کر کے بعض مشہور مستشرقین کا مختصر تعارف اور قرآن مجید سے متعلق ان کا نقطہ نظر بیان کیا جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ تقریباً سترہ (۱۷) مستشرقین کا مختصر تعارف اور قرآن مجید سے متعلق ان کا نقطہ نظر اس میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس طرح ضمیمہ نمبر ۲ کے تحت قرآن مجید اور مستشرقین پر لکھی گئی عربی کتب کی ایک طویل فہرست بھی شامل کی جا رہی ہے تاکہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو رہنمائی حاصل ہو۔

اس کتاب کی تیاری کے تعلق سے میں ادارہ تحقیق کے ذمہ داران خصوصاً صدر ادارہ

قرآن مجید اور مستشرقین

استاذ محترم مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ العالی و سکریٹری ادارہ ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی زید مجدہ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ ان کی خصوصی توجہ سے یہ کتاب تیار ہوئی اور شائع بھی ہو رہی ہے۔ ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری کے ذمہ داران کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ ضرورت کی ہر کتاب سے استفادہ کا موقع عنایت فرمایا۔ جزا ہم اللہ احسن الجزاء۔

محمد جرجیس کریمی

۱۰ جنوری ۲۰۱۶ء

# استشراق کا تاریخی پس منظر

## استشراق کی لغوی تعریف

استشراق کا لفظ شرق کے مادہ سے استفعال کے وزن پر ہے، جس کے معنی مشرقی بننے، یا مشرقیت حاصل کرنے کے ہیں۔

## اصلاحی تعریف

اصطلاح میں مستشرق اس مغربی غیر مسلم عالم کو کہا جاتا ہے، جس نے مشرقی علوم و فنون کو حاصل کیا ہو۔

## مشرق و مغرب کی تقسیم

یہ ایک فطری بات ہے کہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ اور اس کے کنارے کو مشرق اور اس کے غروب ہونے کی جگہ اور اس کے کنارے کو مغرب کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

(البقرہ: ۲۵۸)

”اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو ذرا اے مغرب سے نکال لا۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

مُسْتَقِيمٍ ۝

(البقرہ: ۱۳۲)



”اے نبی، ان سے کہو: مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔“

ان آیتوں میں مشرق و مغرب کا مفہوم وہی ہے جس کا کہ سورج کے طلوع و غروب کے وقت مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب اس کو جس خاص تناظر میں بیان کرتے ہیں اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

## مشرق و مغرب کی مغربی تقسیم

ابتدا میں مشرق و مغرب کی اصطلاح کو ایک جغرافیائی اور فطری واقعہ کے اظہار کے لیے استعمال کیا گیا، لیکن بعد میں یہ چیز دو تہذیبوں کے درمیان فرق کی علامت بن گئی۔ اب ان میں سے ایک کا استعمال مادی، فکری اور علمی پسماندگی کے اظہار کے لیے ہوتا ہے، جب کہ دوسرا اس کے برعکس ہر چیز کی ترقی کی علامت ہے۔ آج مغرب کا لفظ ہر مشرقی ذہن کو مرعوب کر دینے کے لیے کافی ہے۔

## مشرقی علوم

یوں تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ علوم جو مشرق میں ہیں یا مشرقیوں نے ایجاد کیے ہیں، مگر عرف عام میں ان سے وہ علوم مراد ہیں جو کل مشرقی دنیا یا اس کے کسی حصہ یا قوم کی زبان، مذہب، فن اور تہذیب کو بتائے۔ یہ ان کا عمومی مراد ہے جس پر ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ لیکن مستشرقین کے نزدیک ان سے عام طور پر علوم اسلامیہ مراد لیا جاتا ہے۔

## مشرقی علوم کی مغربی تقسیم

اہل مغرب نے جس طرح دنیا کو دو حصوں میں بانٹ کر ایک کو دوسرے سے ممتاز کر دیا اسی طرح انہوں نے علوم کو بھی دو خانوں میں بانٹ کر ایک کا مرتبہ بڑھا دیا اور دوسرے کا گھٹا دیا۔ اہل مغرب علوم شرقیہ کی اصطلاح سے پسماندہ اور بے قدر علوم کی قسم مراد لیتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس مغربی علوم سے ترقی یافتہ علوم مراد لیے جاتے ہیں۔

علم، علم ہے خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ جہاں تک مغربی علوم کی ترقی یافتہ

ہونے کی بات ہے تو یہ بات اب پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مغرب کی تمام تر سائنسی ترقیاں اسلامی سائنس کی رہن منت ہیں اور جن علوم کو آج وہ بے قدر سمجھتے ہیں وہ کسی دور میں اہمیت کے حامل تھے۔ لیکن اہل مغرب نے جس طرح دنیا کو دو حصوں میں بانٹ کر اہل مشرق کے دل میں احساس کمتری کا خنجر چلایا ہے اسی طرح علوم کی مشرقی و مغربی تقسیم سے ان کا مقصد مشرق والوں کو مرعوب کرنا ہے۔

## استشراق کی تحریک کے بارے میں محققین کی آرا کا خلاصہ

استشراق اور مستشرقین کی تاریخ اور تحریک کے بارے میں محققین نے اب تک جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک تحریک ہے جو عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف سے صلیبی جنگوں کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برپا کی گئی ہے۔ اس نے اپنے آغاز سے لے کر اب تک مختلف مراحل طے کیے ہیں۔ جن میں خطوط کار، طریقہ کار اور لب و لہجہ تو اگرچہ بدلتا رہا ہے لیکن بنیادی مقصد میں کبھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ ہاں البتہ اس کو سر بستہ راز رکھنے کی ہمیشہ کوشش کی گئی ہے۔ علمی دنیا میں آج اس کی ایک عالمی حیثیت اور مقام ہے جس کے لیے دنیا بھر میں سینکڑوں اور ہزاروں ادارے قائم ہیں، جہاں پر معتد بہ موضوعات پر کام ہو رہا ہے۔ کام کی نوعیت وہی پرانی ہے یعنی جس کے لیے یہ تحریک برپا کی گئی تھی البتہ اس میں عام علمی تحقیقات کے کچھ نئے موضوعات بھی داخل کر لیے گئے ہیں تاکہ عامۃ الناس کے روبرو ان کے شبیہ کی رونمائی دشوار نہ رہے اور ان کی علمی تحقیقات کا بھرم قائم رہے۔

استشراق یہودیوں اور عیسائیوں کی اسلام مخالف ایک تحریک ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کا رخیر کے لیے یہی لوگ میدان میں کیوں آئے؟ تو اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ سب سے پہلے اس پر روشنی ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## یہودیت اور استشراق

تاریخی طور پر یہودیت یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم

ہو گئی تو اس کے ایک حصہ کے مالک یہوداہ کی نسل کے لوگ ہوئے اور دوسرا حصہ یعقوب کی دوسری آل اولاد کو ملا، لیکن گردش دوراں نے اس کو جلدی نیست و نابود کر دیا اور صرف اول الذکر نسل باقی رہ گئی، جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہود کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر سینکڑوں برس میں عقائد، رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ تیار ہوا یا اس کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ اس نے اپنے آغاز سے لے کر اب تک تاریخ کے بہت دور دیکھے اور ہر دور میں اس نے خدا کے احکام کی نافرمانی اور سرکشی کی مثال قائم کی ہے۔

یہوداہ نامی شخص یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھا اور وہ اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے جن کو اللہ کی طرف سے اسرائیل کا خطاب ملا تھا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اس کے آبا و اجداد وہ لوگ ہیں جو خدا کے برگزیدہ اور پیغمبر تھے۔ قرآن نے بھی اس کے اس شرف و فضیلت کا حوالہ دیا ہے۔

یہوداہ نسل کے لوگ ابتدا میں اپنے آبا و اجداد کے حوالے ہی سے ہر کام کرتے تھے لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ ان کی خدا پرستی کی خاندانی روایتیں معدوم ہوتی گئیں اور بالآخر نیم مذہبی اور نیم سیاسی رہنماؤں نے مذہب کی جو شکل و صورت تیار کی اس کا دین ابراہیمی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اس طرح یہودیت ایک مذہب بن گئی۔

یہودیت کا نہ صرف اصل دین سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ اس نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی اور اس کے خلاف معاندانہ روش اختیار کی ہے۔ اصل دین کے پیغمبروں اور ان کے پیروؤں کے خلاف سازشیں بھی کی ہیں، چنانچہ توریت کے زمانہ نزول سے لے کر قرآن کے نزول تک کے دور کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دوران جتنی کتب سماویہ نازل ہوئیں ان کا اس نے تیا پانچہ کر کے رکھ دیا۔ اسی طرح جتنے پیغمبر آئے ہر ایک کی شخصیت کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر توریت، زبور اور انجیل یہ یہودیوں کی ہدایت کے لیے نازل شدہ مشہور کتابیں ہیں اور اس قوم کے افراد پر نازل ہوئیں، مگر ان میں تحریف و ترمیم کی خدمت بھی بد قسمتی سے اسی قوم نے انجام دیا۔ اسی طرح انبیاء کی تاریخ میں جتنی مخالفتوں کا سامنا ان کے پیغمبروں کو کرنا پڑا، کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کو اتنی مخالفتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تاریخی شواہد اس



بارے میں موجود ہیں کہ یہی وہ قوم ہے جس نے نبیوں کو قتل بھی کیا ہے۔ ان پر تہمتیں لگانا تو گویا اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس نے اپنی کتابوں میں تحریفیں کیں۔ اپنے پیغمبروں کی شخصیتوں اور ان کی عظمت کو داغ دار کیا تو اس کے پاس اور اس کے لیے شرف و عزت کی کوئی بات نہ رہ گئی۔ یوں بھی یہ گمراہی کی پہلے سے شکار ہو چکی تھی پس جب عرب کی سرزمین اور قریش خاندان سے رشد و ہدایت کا آخری نیر درخشاں طلوع ہوا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں اور بغض و حسد سے یہ جل اٹھی، چنانچہ تاریخی طور پر یہ بات مانی جاتی ہے کہ اسلامی تحریک کو مکی دور میں جن مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا ان سے کہیں بڑھ کر مخالفتوں کا سامنا مدنی دور میں کرنا پڑا۔ مکی دور میں کھلے انداز میں مخالفت کی گئی لیکن مدینہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ منافقت سے لے کر قرآن اور اسلامی تعلیمات پر اعتراضات تک ان سب کی کڑیاں یہودیوں سے جا کر ملتی ہیں۔ آج بھی اسلام کے خلاف کام کرنے والی سب سے سرگرم قوت یہی یہودی ہے اور استسراق اس کا ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ  
أَشْرَكُوا

(المائدہ: ۸۲)

”تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔“

## عیسائیت اور استسراق

معروف معنی میں یہودیت کی طرح عیسائیت بھی ایک مذہب ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہے لیکن حقیقی معنوں میں اس کا بھی اصل دین سے کچھ تعلق نہیں ہے کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جس دین کی دعوت دی تھی وہ اس سے مختلف ہے جس کی دعوت آج کے عیسائی دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ جب یہود قوم میں اخلاق و عمل کا فساد پیدا ہوا اور اس نے موسوی تعلیمات سے عملی طور پر دوری اختیار کر لی تو ضرورت متقاضی ہوئی کہ اصلاح کا کوئی سامان ہو۔ چنانچہ خالق دو جہاں نے اسی قوم کے ایک لہرانے میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کو معجزانہ خلقت بخشی اور ان پر اپنا پیغام نازل کیا اور انھوں نے قوم کی اصلاح کرنی

شروع کی مگر ان کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں اور وہ خود نامساعد حالات سے دوچار ہوئے حتیٰ کہ رب عرش عظیم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔

گرچہ بنی اسرائیل کی اکثریت نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا تاہم کچھ لوگوں نے لبیک کہا۔ عام یہودیوں نے ان کو گمراہ قرار دے کر یہودی قومیت سے الگ کر دیا۔ یہی گروہ آگے چل کر نصاریٰ یعنی عیسائی کے نام سے متعارف ہوئے، لیکن اس نے بھی ان قدروں کو باقی نہ رکھا جن کو اس کے نبی بتا گئے تھے، بلکہ اس نے ان میں تحریفیں کیں اور بے بنیاد باتوں کو اس سے جوڑ دیا نتیجہ کے طور پر اس کی بھی شکل ایسے ہی بگڑ گئی جیسی کہ یہودیت کی بگڑی ہے۔ یہودیوں کی طرح عیسائیوں نے بھی ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد کا مظاہرہ کیا ہے بلکہ اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان میں سے کون زیادہ سخت ہے۔ انداز کار میں فرق ہو سکتا ہے لیکن معاندانہ جذبے میں شاید ہی کچھ فرق یا کمی و بیشی ہو۔ عہد نبوی میں جنگ موتہ اور اس کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں بعض بڑی جنگیں خالص عیسائیوں سے ہونا اس کا کافی ثبوت مہیا کرتا ہے۔ موجودہ دور میں بھی اس کی اسلام مخالف سرگرمیاں یہودیوں سے کم نہیں ہیں۔ تبلیغی مشنریاں اور استشرق بھی انہی کا حصہ ہے۔

### استشرق اور صلیبی جنگیں

محققین نے عام طور پر صلیبی جنگوں کو استشرق کا فوری سبب قرار دیا ہے جو ۱۰۹۹ء سے لے کر ۱۲۶۲ء تک کے دوران اہل اسلام اور اہل کلیسا (یورپ) کے درمیان لڑی گئیں۔ یہ مشرق وسطیٰ کی سرزمین میں پیش آئی تھیں اور ان میں اہل کلیسا کو شکست ہوئی تھی، جس کے بعد انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرا محاذ کھول دیا، وہ محاذ یہی استشرق کا ہے۔ بظاہر اس کا مقصد اسلام اور اسلامی علوم و فنون کا مطالعہ ہے مگر بہ باطن یہ صلیبی جنگوں کی ناتمام مرادوں کی تکمیل ہے جس کے لیے شمشیر و سنان کام نہ آئی اس کے لیے نوک خامہ کو حرکت میں لایا گیا۔ جنگ تو وہ بھی تھی جنگ یہ بھی ہے، مگر دونوں کا انداز بدل گیا ہے وہاں فوجوں کا ٹکراؤ تھا یہاں محققین کی آزمائش ہے۔ اس میں سپاہیوں نے جانیں نچھاور کیں یہاں علماء اپنی صلاحیتوں کو صرف کریں گے۔ اُن میں جان و متاع کا نقصان ہوا، اس میں ایمان و عقیدہ کا سوال ہے۔ اُن

میں خون بہا، اس میں روشنائی ہے گی۔ ان میں میدانِ کارزار سرخ ہوئے اس میں صفحات سیاہ ہوں گے۔ وہ جنگیں ختم ہو گئیں مگر یہ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ ہے۔

## اسلام و اہل اسلام کے خلاف فتنوں کی یلغار

استشراق اسلام مخالف تحریکوں، سازشوں اور فتنوں کا ایک حصہ ہے، یہ اس کا کل نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار فتنے اور سازشیں اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں، جیسے نظریہ ارتقاء، دہریت، سرمایہ داری، اشتراکیت، آزادی نسواں، استعماریت، جدیدیت، مابعد جدیدیت، اسلامی دہشت گردی، اباہیت پسندی (جنسی آزادی)، نیو ورلڈ آرڈر، اسلاموفوبیا، یہ سارے فتنے دراصل اسلام ہی کے خلاف وضع کیے گئے ہیں۔ یہاں ان کی تفصیل کا موقع نہیں ہے مگر استشراق کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کے لیے اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوا تا کہ اندازہ ہو جائے کہ استشراق کی تحریک کن نظریوں کے ساتھ پروان چڑھی ہے۔

## استشراق کے اور دوسرے اسباب

یوں تو استشراق کا ایک سبب صلیبی جنگیں ہیں جس کو اس کا سیاسی سبب کہا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ دوسرے اسباب ہیں، جن کی وجہ سے اس کو فروغ اور ترقی ملی۔ ان میں سے بعض اسباب یہ ہیں:

۱- مذہبی      ۲- معاشی      ۳- علمی      ۴- ذاتی دلچسپی

ذیل میں ان کی قدرے تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

### (۱) مذہبی

واضح الفاظ میں اگر کہا جائے کہ اسلام اور اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ کا اولین محرک مذہبی تقاضے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے اندر ایک داخلی تحریک ہمیشہ سے موجود رہی ہے کہ وہ اسلام کا مطالعہ کریں، یہی داخلی تحریک بعد میں استشراق کی وجہ بنی۔

### (۲) معاشی

مستشرقین کے ایک بڑے گروہ نے علوم شرقیہ کی طرف صرف اس لیے توجہ مبذول کی



کیونکہ اس کے ذریعہ معاشی کفالت ہوتی تھی۔ اسکا لرشپ کے بطور موٹی موٹی رقموں میں جو کشش ہو سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں اور جب کہ اس کے ساتھ اور دوسرے مقاصد بھی پورے ہو رہے ہوں۔

(۳) علمی

فارسی کا مقولہ ہے ”خانہ خالی را دیومی گیرد“ یعنی خالی اور ویران گھر میں دیو بس جاتا ہے۔ اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا جو کام علماء اسلام اور مسلم مفکرین کو کرنا چاہیے تھا جسے وہ بوجہ نہیں کر پارے تھے اس کو ان مستشرقین نے انجام دیا۔ اس پہلو سے مستشرقین بہر حال ستائش کے قابل ہیں کہ انھوں نے علوم شرقیہ خاص کر اسلامی علوم و فنون کے ایک بہت بڑے ورثہ کو تاریک کوٹھڑیوں سے نکال کر منظر عام پر لائے اور اس کی اشاعت و ترجمہ کا سامان کیا۔

(۴) ذاتی دلچسپی

مستشرقین میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو محض ذاتی داعیہ کے تحت استشرق کے میدان میں آئے ان کے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا محرک نہیں تھا گرچہ بعد میں وہ دوسرے مقاصد کے لیے بھی استعمال ہونے لگے تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ذاتی دلچسپی بھی استشرق کا ایک سبب ہے۔

استشرق عہد بہ عہد، منزل بہ منزل

موجودہ حالت میں استشرق جس شکل میں ہے یہ اس کی ترقی یافتہ شکل ہے ابتدا سے اب تک مختلف مراحل طے کیے ہیں۔ محققین نے ان کو پانچ مراحل میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) پہلا مرحلہ صلیبی جنگوں سے پہلے کا ہے جس میں اسلامی فتوحات خصوصاً فتح اندلس کے

زیر اثر اہل یورپ میں اسلام اور اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ کی خواہش پیدا ہوئی۔

(۲) دوسرا مرحلہ صلیبی جنگوں کا ہے۔ جس میں مرحلہ اولیٰ کی ”خواہش“ تحریک بن گئی

کیونکہ ان جنگوں میں اہل صلیب کی شکست خوردگی نے گویا آگ پر تیل کا کام

کیا۔

(۳) تیسرا مرحلہ استعماری دور کا ہے جس میں اسلامی علوم و فنون کے مطالعہ کے لیے

اہل یورپ نے اپنے یہاں ادارے قائم کیے۔

(۴) چوتھا مرحلہ استعماری دور کے زوال کا ہے جس میں اہل یورپ مشرقی مملکتوں سے واپس جا رہے تھے، لیکن اپنے ساتھ علمی ذخیروں کو بھی لے جا رہے تھے۔ گویا وہ مشرقیوں پر معنوی قبضہ کے لیے اب بھی فکر مند تھے۔

(۵) پانچواں مرحلہ عہد جدید کا ہے جس میں نئے تقاضوں اور نئے رجحانات کے پیش نظر لب و لہجہ بدل دیا گیا ہے۔

## مستشرقین کی قسمیں

علامہ شبلی نعمانی نے مستشرقین کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا ہے جو یہ ہیں:

- (۱) براہ راست اصلی مآخذ سے استفادہ کرنے والے مستشرقین۔
- (۲) بالواسطہ مآخذوں سے استفادہ کرنے والے مستشرقین، یعنی جنہوں نے تراجم سے استفادہ کیا ہے۔

## استشراق، مقاصد اور طریقہ کار

یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ استشراق کا بنیادی مقصد اسلامی تحریک کو بے روح کرنا ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ اور بھی ذیلی مقاصد تھے، جن کے حصول کے لیے استشراق کو منظم تحریک کی شکل ملی۔ ان کی طرف مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے:

- (۱) استشراق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو ذہنی اور فکری طور پر احساس کمتری میں مبتلا کر دیا جائے۔ اس کے لیے بڑے بڑے مرعوب کن ادارے قائم کیے گئے۔
- (۲) دوسرا مقصد اسلام کی عملی اسپرٹ کو بے اثر کر دینا ہے جس کے لیے اسلام اور اس کی تعلیمات پر اوجھے انداز میں اعتراضات کیے جاتے ہیں۔
- (۳) تیسرا مقصد مسلمانوں کے بین المللی اتحاد کو زک پہنچانا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے قومیت کے نعرہ کو بطور حربہ استعمال کیا جو کافی کارگر ثابت ہوا۔
- (۴) چوتھا مقصد یہ ہے کہ مسلم محققین اور علماء کی توجہ مثبت اور تمیزی کام سے ہٹا کر منفی

قرآن مجید اور مستشرقین

اور دفاعی کام کی طرف پھیر دیا جائے اس کے لیے انہوں نے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کیا مثلاً اسلام اور اسلامی تعلیمات پر بیہودہ گوئی کی حد تک اعتراضات کیے تاکہ وہ جذبات میں آ کر کچھ سے کچھ کرنے اور کہنے لگیں۔ ابتدا میں یہ حربہ بہت موثر ثابت ہوا تھا لیکن بعد میں علمائے اسلام نے اپنی اس کمزوری پر قابو پایا اور مستشرقین نے بھی اپنا رویہ خاصا تبدیل کر لیا ہے اور اب وہ ہر بات کو تحقیق کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

## استشراق کا مستقبل

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ”ہر کمالے راز وال است“ یعنی ہر کمال کے لیے زوال ہے۔ استشراق اپنی تمام تر کوششوں اور وسائل کے باوجود اب روبہ زوال ہے۔ مغربی اسکالروں کے اندر اب وہ پہلے کی سی دلچسپی باقی نہیں رہی اور نہ ہی اب ان کی پوری طرح حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مسلمان محققین کا خیال ہے کہ مستقبل میں تحریک استشراق علوم شرقیہ کے تعلق سے محض ایک تحقیقی ادارہ بن کر رہ جائے تاہم ابھی وہ اپنی اساسی خطوط ہی پر چل رہی ہے اور کم از کم مستقبل قریب تک اس میں تبدیلی کی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد اسلام مخالف لہر نے تحریک استشراق میں نئی جان ڈال دی ہے۔

## قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات

یوں تو استشرق کی ابتدا اسلامیات کے مطالعہ کی تحریک سے ہوئی، مگر مستشرقین نے عام طور سے اپنی تحقیق و مطالعہ کے لیے جو موضوع منتخب کیا وہ قرآنیات اور سیرت نبویؐ ہے خصوصاً اول الذکر پر انہوں نے زیادہ توجہ مبذول کی ہے۔ مستشرقین کا قرآن یا قرآنی علوم و فنون کی طرف اپنی توجہ کا زیادہ حصہ مبذول کرنے کا ایک خاص پس منظر اور اس کا خاص مقصد بھی ہے۔ جن کے حصول کے لیے ان کے اپنے ذرائع بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں ان کی تحقیق کا قلم ایک خاص رخ پر رواں دواں نظر آتا ہے اور جس کی روانی میں ایک خاص قسم کی راگ و سر کی کیفیت پائی جاتی ہے جو ان تمام کے یہاں قدر مشترک کے طور پر موجود ہے۔

قرآن کا مطالعہ مستشرقین نے جن نقطہ ہائے نظر سے کیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ یہ خدا کی کتاب نہیں ہے (نعوذ باللہ) بلکہ محمد (ﷺ) کی تصنیف ہے چنانچہ اس کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے اس پر مختلف پہلوؤں سے اعتراضات کیے ہیں۔ زیر نظر باب میں ان کے بنیادی اعتراضات نقل کیے گئے ہیں۔ یہاں ان کے جوابات نہیں دیے گئے ہیں۔ آگے کے باب میں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔



قرآن مجید اور مستشرقین

داخلی سے مراد وہ اعتراضات ہیں جو قرآن کے عقائد، اس کی تعلیمات، اخبار اور قصص و واقعات پر کیے گئے ہیں۔

خارجی سے مراد وہ اعتراضات ہیں جو قرآن کی زبان، فصاحت و بلاغت، صرف و نحو، جمع و ترتیب اور تجوید و قرأت پر کیے گئے ہیں۔

## داخلی اعتراضات

### عقیدہ توحید اور اللہ پر اعتراض

بلاشبہ قرآن مجید میں عقائد کے مباحث ہیں جو اسلام کی بنیاد ہیں اور جن پر اس کی عمارت قائم ہے۔ ان میں توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ خشت اول کی حیثیت کا حامل ہے، جس کے صحیح شعور اور ادراک کے بعد ہی اسلام کے اور دیگر عقائد کا تصور ممکن ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام مذکور ہیں جن میں سب سے زیادہ معروف اور کثیر الاستعمال نام ”اللہ“ ہے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق ”اللہ“ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے جس کا استعمال غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہے۔ قرآن میں ”اللہ“ کا ذکر بے شمار مقامات پر ہوا ہے جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مستشرقین کے لیے چوں کہ توحید کا عقیدہ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا تصور ان کی سمجھ سے بالاتر ہے لہذا انہوں نے عرف لفظی ترکیب اور ظاہری بناوٹ کی تحقیق کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے۔ مشہور مستشرق ڈاکٹر ٹسڈال نے لکھا ہے: ”محمد عربی کے زمانے میں عرب کے لوگ ایک دیوتا اور ایک دیوی کی پرستش کیا کرتے تھے اور یہ دیوی وہی تھی جو یونان میں ”دیوی سوسن“ اور اینا (OVRANIA) کے نام سے موسوم تھی جن کا نام عبرانی زبان میں (OPOTAH) اور (AHIHA,T) ہے۔ مؤخر الذکر نام ممکن ہے بابلستان کالات (AL-LATU) ہو مگر قرآن کا ”اللت“ ضرور ہے۔ یہ لفظ ”اللہ“ کی تائید ہے۔ خود لفظ اللہ (AL-ILAH) کا مخفف ہے اور یہی لفظ خفیف تغیرات کے ساتھ تمام ساتھی زبانوں میں ”خدا“ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جس میں حرف تخصیص ”ال“

شامل کر دیا جاتا ہے پس لفظ اللہ یونان کے لفظ (OOEOS) کے برابر ہے۔“ (۱)

مزید لکھتے ہیں کہ ”یہ فرض کرنا درست نہیں کہ عربوں کو توحید باری سے اول اول محمدؐ نے آشنا کیا کیونکہ خود لفظ اللہ کے حروف تخصیص ظاہر کرتے ہیں کہ جو لوگ یہ لفظ استعمال کرتے تھے ان کو کسی حد تک توحید باری کا شعور حاصل تھا۔ الغرض لفظ اللہ خود محمدؐ نے ایجاد نہیں کیا..... اس کا ثبوت حاصل کرنا چنداں دشوار نہیں۔ خود محمدؐ کے والد جو اپنے بیٹے کی ولادت سے قبل وفات پا گئے تھے ”عبداللہ“ نام رکھتے تھے۔ کعبہ عرصہ دراز سے ”بیت اللہ“ کہلاتا تھا نیز زمانہ جاہلیت کے ”المعلقات“ میں لفظ اللہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔“ (۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مستشرقین توحید اور اللہ کے عقیدے کو دوسرے ذرائع سے ماخوذ مانتے ہیں۔ (۳)

### عقیدہ آخرت پر اعتراض

مستشرقین نے آخرت کے عقیدہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن دنیا سے روگردانی اور صرف آخرت کی تحصیل کی ترغیب دیتا ہے۔ (۴)

اسی طرح مستشرقین نے کہا ہے کہ جنت، جہنم اور فرشتوں کے عقیدے یہودی ذرائع سے ماخوذ ہیں۔ (۵) ڈاکٹر ٹسڈال لکھتے ہیں کہ ”جنت اور حوروں کے ساتھ جنات، ملک الموت اور ذرات الکائنات کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ حوروں کا خیال قدیم ایرانی روایات دربارہ (PAIRAKAS) سے لیا گیا ہے جنہیں فی زمانہ اہل ایران ”پریاں“ کہتے ہیں، حور سے جس قسم کی مخلوق کا خیال ظاہر کیا جاتا ہے وہ دراصل آریماخذ سے لیا گیا اور یہی حال غلمان کا ہے۔ ہندوؤں میں دونوں قسم کی مخلوق کا عقیدہ موجود ہے۔ حوریں سنسکرت زبان میں اپسرائیں اور غلمان ”گندھرب“ کہلاتے ہیں۔ (۶)

### تخلیق آدم، سجدہ ملائک اور مستشرقین

تخلیق آدم اور ان کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کر دینے کا واقعہ قرآن میں متعدد جگہ بیان ہوا ہے (۷) نیز احادیث میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ (۸) اس

بارے میں مستشرقین کا خیال ہے کہ ”یہ تمام قصہ ماریون (MARCION) کی کتاب سے لیا گیا ہے۔“<sup>(۹)</sup>

### ذریعہ آدم کی گواہی پر اعتراض

قرآن کے سورہ اعراف ۱۷۲ میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ذریعہ آدم کو گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو جواب دیا گیا کہ کیوں نہیں آپ ہی ہمارے رب ہیں۔“ اس واقعہ کو مستشرقین نے مجوسی روایات سے ماخوذ بتایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ لوگوں کی روحوں پہلے سے پیدا شدہ موجود رہتی ہیں مجوسیوں کی رہن منت ہیں۔<sup>(۱۰)</sup>

### آسمان وزمین کے سات طبق پر اعتراض

قرآن میں اس کی صراحت ہے کہ آسمان وزمین کے سات طبق ہیں۔<sup>(۱۱)</sup> احادیث میں بھی ان کے طبق در طبق ہونے کا تذکرہ آیا ہے۔<sup>(۱۲)</sup> علمائے اسلام کے نزدیک ان کی تفصیلات کا علم نہیں لیکن آسمان اور زمین کا سات طبق ہونا جزو عقیدہ ہے۔

مستشرقین نے ان تفصیلات کو یہودی روایات سے ماخوذ بتایا ہے۔ ڈاکٹر ٹسڈال لکھتے ہیں کہ ”یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک بھی سطح زمین کے نیچے ہفت طبقات سفلی اور زمین کے اوپر ہفت طبقات علوی ہیں اور یہ سب طبقات ایک عظیم الجسامت سانپ کے سر پر قائم ہیں، جس کا نام شیش ناگ ہے۔“<sup>(۱۳)</sup>

### عرش، لوح محفوظ اور میزان پر اعتراض

عرش، لوح محفوظ اور میزان کا عقیدہ ایمانیات میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ۲۳ بار عرش کا ذکر آیا ہے۔<sup>(۱۴)</sup> اسی طرح مذکورہ دونوں چیزوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔<sup>(۱۵)</sup> مستشرقین نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سب قدیم مصری خرافیات سے لی گئی ہیں اور یہ عقیدہ ان مسیحی خیالات کے ذریعہ پہنچا ہے جو صحیفہ ابراہیمی میں درج ہے اور جو مصر میں پشتہاپشت سے رائج تھے۔ غرض یہ کہ مستشرقین نے جملہ اسلامی عقائد پر اعتراضات کے تیر چلائے



ہیں اور ان کو دوسری قوموں سے ماخوذ بتائے ہیں۔ مثلاً واقعہ معراج کے بارے میں مستشرق ٹسڈال نے لکھا ہے کہ ”یہ روایت صرف یہ ظاہر کرنے کے لیے ایجاد کی گئی تھی کہ محمد (ﷺ) کو بمقابلہ دیگر انبیاء کے خدا کے دربار میں بہت زیادہ رسائی حاصل تھی اور دیگر انبیاء کے مقابلہ میں وہ اللہ کے زیادہ محبوب تھے۔“<sup>(۱۶)</sup> اسی طرح فرشتوں، اعراف، جہنم اور داروغہ جہنم کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ یہ سب دوسری قوموں کی روایتوں اور قصے کہانیوں سے لی گئی ہیں۔

## قرآنی تعلیمات پر مستشرقین کے اعتراضات

مستشرقین نے قرآنی تعلیمات پر مختلف اعتراضات کیے ہیں۔ بنیادی طور پر وہ تین طرح سے ہیں:

(۱) عقائد کی طرح قرآن کی بیشتر تعلیمات بھی دیگر قوموں کی رسوم و رواج سے ماخوذ ہیں۔

(۲) قرآن کی تعلیمات محدود اور چند اخلاقی قسم کی ہیں۔

(۳) قرآنی تعلیمات میں ہر دور کے تقاضوں کا لحاظ نہیں ہے اس لیے اسلام ایک ہمہ گیر مذہب نہیں ہو سکتا۔

ذیل میں ان کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

قرآنی تعلیمات کی ایک قسم عبادات ہیں۔ ان کے بارے میں مستشرقین کا عام خیال یہ ہے کہ سب یہودیوں کی روایتوں سے لی گئی ہیں یا وہ خود محمد (ﷺ) کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک) مثلاً نماز کے بارے میں مستشرقین نے کہا ہے کہ یہ صابی قوم سے لی گئی ہے۔ اس کے یہاں سات اوقات کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں خشوع و خضوع ضروری ہے، اسی طرح ایک مہینہ کا روزہ بھی اس کے یہاں فرض تھا۔ حجر الاسود کے احترام کی رسم قدیم زمانہ کے عربوں سے لی گئی ہے۔ کعبہ سے متعلق جملہ رسوم یہودیوں سے ماخوذ ہیں۔<sup>(۱۷)</sup>

مستشرقین نے قرآن کی اخلاقی تعلیمات کو بھی دوسری قوموں کی روایتوں، صحیفوں یا رسوم و رواج سے ماخوذ و مستفاد بتایا ہے۔<sup>(۱۸)</sup> ان کا کہنا ہے کہ یہ نماز ایک قسم کی فوجی ٹریننگ اور مسجدیں ورزش گاہ ہیں، زکوٰۃ فوجوں کی معاشی استحکام کا ذریعہ ہے اور کلمہ لا الہ الا اللہ جنگ کا نعرہ

ہے (۱۹) مزید لکھتے ہیں کہ قرآن میں ایک خاص تعداد میں احکامات ہیں جو زیادہ تر اخلاقیات سے متعلق ہیں۔ اس میں اس قدر کم احکام ہیں کہ ان پر ایک قانون کی بنیاد نہیں قائم ہو سکتی (۲۰) لہذا قرآن مجید ایک مکمل نظام دے سکتا ہے نہ اس میں ہر زمانے کے تقاضوں کا لحاظ ہے اور نہ ہی اس کے احکامات پر عمل کر کے ایک متمدن اور ”ماڈرن“ زندگی گزارنا ممکن ہے۔

### قصص اور تاریخی واقعات پر اعتراضات

قرآن مجید میں جا بجا قصص اور تاریخی واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ان کی واقعیت پر ایمان ایسے ہی ضروری ہے جیسے کہ قرآن کی اور دیگر تفصیلات پر ایمان ضروری ہے۔ ان کے بارے میں مستشرقین کا خیال ہے کہ یہ سب عبرت اور نصیحت کے لیے از خود گڑھ لیے گئے ہیں جن کا واقعیت سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یہاں انھوں نے اخذ و استفادہ کا بھی الزام لگایا ہے اور یہ بات انھوں نے بہ تکرار و باصرار کہی ہے کہ قرآن کے زیادہ تر قصے قدیم پچھلی قوموں سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل کے واقعہ کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ یہ یہودیوں کی سنی سنائی روایتوں سے ماخوذ ہے۔ (۲۱) اسی طرح ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود کے واقعہ کے بارے میں مستشرقین نے لکھا ہے کہ ”قرآن میں یہ قصہ مسلسل طور پر ایک جگہ بیان نہیں کیا گیا ہے، لیکن مسلمانوں نے اس کے منتشر اجزاء اور اس کی منتشر کڑیوں کو ملا کر ایک مفصل قصہ تیار کر لیا ہے جو اصلاً مرداش ربہ (MIRDASH RABBA) سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح ملکہ سبا اور سلیمان، ہاروت ماروت، طور سینا، اصحاب کہف اور مریم اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں مستشرقین کا کہنا ہے کہ یہ سارے قصے یہودیوں کی پرانی کتابوں یا بائبل کے نسخوں سے ماخوذ ہیں (۲۲) جن کا مقصد مسلمانوں کو راہ راست سے ہٹانا ہے۔

## خارجی اعتراضات

### قرآن مجید کی عربیت اور مستشرقین

مستشرقین کے اعتراضات قرآن مجید کے نہ صرف عقائد، اس کی تعلیمات اور قصص و تاریخی واقعات پر ہیں بلکہ انھوں نے قرآن کی عربیت کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔

قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ اس کی صراحت خود قرآن نے کر دی ہے۔ (۲۳) لیکن مستشرقین کا خیال ہے کہ قرآن کی عربیت کامل اور خالص نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اور بھی دوسری زبانوں کے الفاظ اور کلمات شامل ہیں، جیسے اللہ کا لفظ کلدانی یا سریانی ”الاہیا“ یا عبرانی ”الوہ“ سے مشتق ہے۔ اسی طرح جنت، جہنم، طاغوت، ملکوت، سکینہ، عدن، تابوت، تورات اور فرودس یہ سارے الفاظ آرامی، عبرانی یا فارسی سے ماخوذ ہیں۔ (۲۴)

### بلاغت قرآن پر اعتراض

قرآن مجید اپنے اسلوب، ترکیب اور نظم عبارت میں فصاحت و بلاغت کے درجہ اعجاز کو پہنچا ہوا ہے۔ مستشرقین نے اس بارے میں بھی لب کشائی کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کا فصاحت و بلاغت میں درجہ کمال کو پہنچے ہونے کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ وہ خدا کی طرف سے نازل کردہ کوئی کتاب ہے۔ دنیا میں بہت سی ایسی کتابیں ہیں جن کی اپنے فن اور زبان و ادب میں مثال نہیں پیش کی جاسکتی لیکن وہ بہر حال آدمی ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ (۲۵)

بعض مستشرقین نے قرآن میں فصاحت و بلاغت کی کمیاں و خامیاں دکھا کر اس کو

غیر خدائی کتاب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں بکثرت تکرار ہے جو کہ بلاغت کے منافی ہے۔ اسی طرح اس میں گنجلک عبارتیں ہیں۔ بعض عبارتوں میں ضمائر کی غلطیاں ہیں مثلاً ”هذان خصمان اختصموا فی ربهم“ میں هذان اختصاصاً فی ربہما ہونا چاہیے۔ اس طرح سلام علی الیاسین اور طور سین کی جگہ الیاس طور سینا ہونا چاہیے۔ غرض یہ کہ اس طرح کی اور بھی بہت سی خامیاں دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں بہت سی صرفی و نحوی غلطیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ”وقطعناہم اثنی عشرۃ اسباطاً“ میں عدد کو مؤنث اور معدود کو جمع لایا گیا ہے حالانکہ از روئے قاعدہ عدد کو مذکر اور معدود کو مفرود لایا جاتا ہے (۲۶)

### جمع و ترتیب پر اعتراض

قرآن کی جمع و ترتیب کے بارے میں مستشرقین کا عام خیال یہ ہے کہ اس کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب میں کوئی منطقی ربط نہیں ہے (۲۷) نیز اس کی ترتیب کا کام بعد میں انجام پایا ہے۔ اس بارے میں مستشرق ولیم میور لکھتے ہیں کہ اصلی جلد جو پہلی دفعہ مرتب ہوئی حضرت حفصہؓ کے گھر میں ہوئی اور غور و فکر کے بعد اس پر نظر ثانی کی گئی (۲۸) اسی طرح نولدیکے اور ڈاکٹر ٹسڈال کے بقول ”نبی کریمؐ کی وفات کے بعد قرآن میں تحریف کی گئی یا بعض آیتیں ضائع ہو گئی تھیں اور پھر دست یاب نہ ہوئیں“ (۲۹)

### منسوخ آیتوں پر اعتراض

قرآن میں کچھ آیتیں دوسری آیتوں سے منسوخ سمجھی جاتی ہیں۔ اس بارے میں مفسرین اور علما کا اختلاف ہے کہ وہ تعداد میں کتنی ہیں۔ مستشرقین نے اس بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ مستشرق ولیم میور لکھتے ہیں کہ ”اگرچہ تنسیخ کا آسان عقیدہ قرآن میں تسلیم کیا گیا ہے مگر مسلمان اس اجتماع ضدین کی تطبیق کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں تاہم یہ مجبوری ان کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ قرآن میں کم از کم دو سو پچیس آیتیں منسوخ ہیں“ (۳۰)



## خلاصہ بحث

مستشرقین نے قرآن مجید پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کی تعداد بہت ہے اور مختلف نوعیتوں سے اعتراضات کیے ہیں۔ مستشرقین کی ذہنیت کو سمجھنے کے لیے ان کو بطور نمونے کے بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ مشتمل از خروارے کی مصداق ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے عرض ہے کہ قرآن کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر ان کے اوجھے اعتراضات نہ ہوں حتیٰ کہ انھوں نے حروف مقطعات اور قرآن کی تجوید و قرأت پر بھی اعتراضات کیے ہیں۔ اور آخری بات یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کے خلاف جو تحریک چلا رکھی ہے قرآن مجید پر اعتراضات اس کا ایک حصہ ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ  
لَعَلَّكُمْ تَعْلَبُونَ ۝

(آتم السجدہ: ۲۶)

”یہ منکرین حق کہتے ہیں کہ اس قرآن کو ہرگز نہ سنا اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں

خلل ڈالو، شاید کہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ۔“

## حواشی

- ۱- ماخذ القرآن، ڈاکٹر ٹسڈل، دوسرا باب اسلام پر قدیم عقاید و رسوم کا اثر۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ماہنامہ نگار لکھنؤ قرآن نمبر جنوری ۱۹۴۵
- ۲- حوالہ سابق
- ۳- سلسلہ اسلام اور مستشرقین، ج دوم، دیکھیے روسکین گب از پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی۔
- ۴- حوالہ سابق، مقالہ مستشرقین اور اسلام، از انور الجندی، ترجمہ عمیر الصدیق ندوی
- ۵- حوالہ اول ص ۲۱-۲۲۔
- ۶- حوالہ اول۔
- ۷- سورہ الحجر ۳۲-۳۰۔ الاعراف ۱۱-۱۲۔

- ۸- مشکوٰۃ المصابیح باب الوسوسہ۔
- ۹- حوالہ اول ص ۸۴
- ۱۰- حوالہ اول ص ۱۰۴-۱۰۵
- ۱۱- المؤمنون ۸۶، فصلت ۱۲، الطلاق ۱۲، الملک ۳، نوح ۱۵
- ۱۲- صحیح البخاری کتاب الصلاة باب كيف فرضت الصلاة في الاسراء
- ۱۳- حوالہ اول ص ۵۱-۵۳
- ۱۴- معجم المفہرس لالفاظ القرآن ص ۱۴
- ۱۵- حوالہ اول ص ۵۲-۵۳
- ۱۶- حوالہ اول ص ۹۸
- ۱۷- حوالہ اول
- ۱۸- حوالہ اول
- ۱۹- سیرت نبوی ﷺ اور مستشرقین ولہا وزن ترجمہ مولوی عبدالعلیم احراری
- ۲۰- اسلام اور مستشرقین جلد ۴، ص ۲۲۳
- ۲۱- حوالہ اول۔ اسلام پر صابی اور یہودی خیالات و رسوم کا اثر
- ۲۲- حوالہ اول متعلقہ بحث
- ۲۳- النمل ۱۰۳، الشعراء ۱۹۵، فصلت ۲۳-۲۴ یوسف ۲- الرعد ۷۳
- ۲۴- حوالہ اول ص ۵۴، خطبات احمدیہ سرسید احمد خاں ص ۳۶۴
- ۲۵- المستشرقون والاسلام ہاشم زکریا ہاشم بحث الاستعمار والقرآن
- ۲۶- حوالہ سابق
- ۲۷- خطبات احمدیہ، سرسید احمد خاں ص ۷۱
- ۲۸- حوالہ سابق ص ۷۳
- ۲۹- حوالہ اول
- ۳۰- خطبات احمدیہ، ص ۲۲۶

عینی  
کر  
آ  
جڑی  
انہوں  
کیا  
لوٹ آ  
ہوئی تھی  
ہے  
سلسلہ  
ان کا طبیعہ

# قرآن مجید پر اعتراضات کرنے والے بعض مشہور مستشرقین

پروفیسر اجناس گولڈزیہر (پیدائش ۲۲ جون ۱۸۵۰ء، وفات ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء)

پروفیسر گولڈزیہر کو لکھنے پڑھنے اور مطالعہ کا بڑا شوق تھا، بچپن میں ہی مذہبی کتب، عہد نامہ عتیق اور تلمود پڑھ لی تھی۔ زمانہ اسکول میں ہی فلسفہ اور فارسی و ترکی زبانوں میں شد بد حاصل کر لی تھی۔ حکومت کی طرف سے ایک تعلیمی وظیفہ حاصل ہوا اور جرمنی تحصیل علم کے لیے چلے آئے۔ برلن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت ان کی عمر محض ۱۹ سال تھی۔ جرمنی سے وہ ہالینڈ گئے اور وہاں انھوں نے خصوصی طور پر اسلامیات کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر انھوں نے مشرق وسطیٰ کا سفر کیا اور دمشق اور قاہرہ میں تقریباً ایک سال ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۴ء قیام کیا۔ اس دوران ان کے والد کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے قاہرہ کا قیام ترک کرنا پڑا اور وطن لوٹ آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہنگری میں سامیوں (یہودیوں) کے خلاف زبردست تحریک چلی ہوئی تھی۔ گولڈزیہر بھی اس کی زد سے نہ بچ سکے اور کئی سال تک معاشی پریشانیوں کے شکار رہے۔ بالآخر انھوں نے یہودی کمیونٹی کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا جس کو مسلسل تیس برس ۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۴ء تک کرتے رہے۔ اس میں اگرچہ کافی تنخواہ تھی لیکن یہ کام ان کی طبیعت اور مزاج کے مطابق نہیں تھا۔ پھر ۱۹۰۴ء میں بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں بحیثیت



پروفیسر تقرر ہوا، یہاں وہ سامی زبانوں اور ان کے ادبیات کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۱۳ء میں فیکلٹی آف لاء کے تحت اسلامی فقہ کے صدر شعبہ ہو گئے۔ ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

پروفیسر گولڈزیہر کے بلند پایہ علمی اور تحقیقی کارناموں کی فہرست طویل ہے۔ اسلامیات میں ان کی درج ذیل کتابیں خاص طور سے مشہور ہوئیں:

(۱) فرقہ نگاہیہ۔ ان کا مذہب اور ان کی تاریخ، ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔

(۲) اسلامیات کا مطالعہ (۲ جلدیں)

(۳) اسلامی دینیات اور قانون

(۴) مذاہب التفسیر الاسلامی

پروفیسر موصوف نے قرآنیات سے متعلق ”مذاہب التفسیر الاسلامی“ نامی کتاب لکھی، اس کا عربی ترجمہ قاہرہ یونیورسٹی کے استاذ ڈاکٹر عبدالحکیم النجار نے کیا ہے جو چار سو کے قریب صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا اور بہت مقبول ہوا۔ اس کتاب میں پروفیسر موصوف نے تمام مذاہب تفسیر کا استیعاب و استقصا نہیں کیا ہے۔ مزید یہ کہ دینی عواطف و جذبات کی ترجمانی کرنے میں موصوف سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ ان میں سب سے عظیم غلطی یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں تھے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ حضرت محمد کا کلام ہے۔<sup>(۱)</sup>

گولڈزیہر کا الزام یہ ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے شام کے سفر میں عہد نامہ عتیق کی روایتیں سنیں اور پھر قرآن مجید میں ان کو دہرا دیا۔ لیکن جب آیت ”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ“ (القاف: ۶) اتری تو آیت کو منطبق کرنے کے لیے آپ کا نام بدل دیا گیا۔ اور بجائے فہم یا فہامہ کے محمد نام رکھا گیا۔ اس تحقیق انیق کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ آپ کے بہت سے صفاتی نام ہیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب نے محمد نام رکھنے سے پہلے فہم نام تجویز کیا تھا۔ اس روایت کو ان مستشرقین نے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔<sup>(۲)</sup>

ولیم کلیئر ٹسڈال (۱۸۵۹ء-۱۹۲۸ء)

ولیم کلیئر ٹسڈال (William Clair Tisdall) برطانوی مستشرق ہے۔ عربی، فارسی، ہندی،

گجراتی اور پنجابی زبانیں سیکھیں۔ ایران میں قائم مشنری سوسائٹی کا چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے سکریٹری رہے۔ قرآن مجید پر ان کی دو کتابیں ہیں:

1- The Original Sources of the Islam

یہ اسکاٹ لینڈ سے ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی۔

2- The Original Source of the Quran

۱۹۰۵ء میں نیویارک سے شائع ہوئی۔

ان کتابوں کی اشاعت پر بعض علمائے اسلام نے ان کا رد لکھا تھا، جو اب میں ٹسڈال نے

ایک کتاب اور لکھی جس کا نام A Ward to the Wise, being a brief of the Source of Islam

ہے۔ ۱۹۱۲ء میں لکھنؤ، مدراس اور کولمبو سے شائع ہوئی۔

کلیر ٹسڈال کی کتاب The Original Source of the Quran یعنی ”قرآن کے اصل

مصادر“ کا اردو ترجمہ نیاز فتح پوری نے اپنے رسالہ ماہنامہ نگار جنوری ۱۹۳۵ء میں شائع کیا اور علمائے اسلام کو دعوت دیا کہ وہ اس کا جواب لکھیں۔

موصوف کی یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید وحی الہی

یا آسمانی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب دور جاہلیت، عرب کے قدیم مذاہب، عیسائیت، یہودیت، صابیت، حنیفیت اور دین زرتشت کے افکار، عقائد اور تعلیمات کا چربہ ہے۔ اس کتاب کے اقتباسات پیش نظر کتاب میں نقل کیے گئے ہیں اس لیے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔<sup>(۳)</sup>

جورج سیل (۱۶۹۷ء-۱۷۳۶ء)

سینٹ بیرئ کینٹ انگلینڈ کے رہنے والے جورج سیل (George Sale) نے ابتدائی

تعلیم کنگ اسکول سینٹ بیرئ میں حاصل کی۔ انھوں نے عربی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی اور بڑی مقدار میں عربی مخطوطات حاصل کیں۔ ان کا خصوصی موضوع ”تاریخ اسلام“ تھا۔ انھوں نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ یہ پہلا مکمل انگریزی ترجمہ ہے۔

جارج سیل نے ما قبل کے قرآن مجید کے ترجموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان

کے ترجمے سے پہلے جتنے ترجمے ہوئے، بالواسطہ طریقے سے ہوئے جن میں بے انتہا خامیاں

موجود تھیں چاہے وہ ببلینڈر (Bibliander) کا لاطینی ترجمہ ہو جو انھوں نے ۱۵۴۳ء میں کیا۔ یا الگزونڈر اس (Alexander Ross) کا ترجمہ ہو جو انھوں نے انگریزی میں کیا۔ ان کا یہ ترجمہ اصل سے نہیں تھا بلکہ فرانسیسی ترجمے سے تھا جس کی وجہ سے اس میں بے شمار غلطیاں ہیں۔

جارج سیل خود اپنے ترجمے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کا مقصد قرآن کو شکست فاش دینا ہے۔ انھوں نے اگرچہ ماقبل کے ترجموں کی مذمت کی ہے جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی یا قرآن عظیم پر بے بنیاد الزامات تراشے اور نہایت قابل اعتراض زبان استعمال کی۔ مگر اپنی بے لوث کوشش اور فراخ دلی کے متعلق فرماتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نعوذ باللہ کتنے ہی بڑے مجرم کیوں نہ رہے ہوں کہ انھوں نے انسانیت پر ایک غلط مذہب تھوپا، مگر ان کی ذاتی صفات سے انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ گویا جارج سیل کے مطابق حضرت محمد (ﷺ) نعوذ باللہ ایک جعل ساز تھے مگر ان کے اندر کچھ ذاتی اوصاف ایسے تھے جو ان کی خوبیوں کو بیان کرتے ہیں جو قابل قدر ہیں۔

قرآن مجید خود گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ امی ان پڑھ تھے، قرآن مجید کی متنوع مضامین، اعلیٰ افکار اور بہترین تعلیمات کی روشنی میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ ایک ان پڑھ شخص نے اپنے ذہن سے اس کو بنا کر پیش کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین اپنی عصبیت سے کبھی بھی الگ ہو کر قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کر سکے۔ انہی میں جارج سیل بھی ہیں۔

رچرڈ بیل (۱۸۷۶ء-۱۹۵۲ء)

برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء کو رچرڈ بیل (Richard Bell) یونیورسٹی آف ایڈنبرگ برطانیہ میں عربی زبان کے استاذ رہے۔ ۱۹۳۷ء-۱۹۳۹ء کے دوران انھوں نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۵۳ء میں اپنا مشہور مقدمہ Introduction to the Quran شائع کیا۔ ان کی ایک اور معروف کتاب The Origin of Islam in its Christian Environment کے نام سے ہے، جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ تینوں کتابیں یونیورسٹی پریس نے شائع کی ہیں۔ رچرڈ بیل نے اپنے مقدمہ کو دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے:

- ۱- رسول اللہ کے زمانے کے احوال و نظریات۔ اس کے تحت ثابت کرتے ہیں کہ قرآنی اسلوب یہودیت، عیسائیت، حنیفیت اور زرتشتی مذہب سے متاثر ہے۔
- ۲- نزول قرآن اور جمع قرآن کے بارے میں ہے۔ اس میں قرآن مجید میں کمی و بیشی کا دعویٰ کیا ہے۔ دلیل کے طور پر اختلاف قرأت کا حوالہ دیا ہے۔
- ۳- قرآن مجید کے پاروں، احزاب، سورتوں میں تقسیم کے بارے میں ہے۔ اس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ محض تلاوت کی غرض سے تھی۔
- ۴- اسلوب قرآن کے بارے میں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ قرآن کا اسلوب کاہنوں کے کلام جمع پر قائم ہے۔
- ۵- سورتوں کے اختصار و طول اور آیتوں کے تکرار اور نحوی اغلاط پر اشکال کیا گیا ہے۔
- ۶- قرآن مجید کی ترتیب نزول پر بحث کی گئی ہے۔
- ۷- قرآن مجید میں انجیل سے استفادہ کو ثابت کرنے کی کوشش پر مبنی ہے۔
- ۸- قرآن مجید کے موضوعات اور مصادر پر بحث کی گئی ہے۔
- ۹- قرآنی قصص پر تبصرہ ہے۔ جس کو انھوں نے یہودیت و عیسائیت سے ماخوذ بتایا ہے۔
- ۱۰- شریعت کے بعض احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، سود، شراب اور جوا وغیرہ کے بارے میں ہے (۴)

## ولفریڈ کانٹویل اسمتھ

ولفریڈ کانٹویل اسمتھ (Wilfred Kaintwell Smith) ٹورانٹو کناڈا میں ایک عیسائی گھرانے میں ۲۱ جولائی ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئے۔ اسمتھ کی ابتدائی تعلیم ٹورانٹو، پرنٹسٹن اور کیمبرج کی تعلیم گاہوں میں ہوئی۔ ۱۹۰۴ء میں ان کا تقرر ”فاران کرپین کالج“ لاہور میں استاذ کی حیثیت سے ہوا۔ جہاں وہ ۱۹۳۷ء تک مقیم رہے۔ ان کی علمی زندگی میں ہندوستان کا چھ سالہ قیام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اپنی سب سے پہلی کتاب ”ماڈرن اسلام ان انڈیا“ ہندوستان میں دوران قیام ۱۹۳۳ء میں شائع کی۔ ہندوستان آنے سے پہلے وہ کیمبرج میں ہیملٹن گب کی نگرانی میں دو سال تک عربی اور اسلامیات کا مطالعہ کر چکے تھے۔ یہاں سے واپسی پر انھوں نے پرنٹسٹن یونیورسٹی



میں فلپ کے ہٹی کی نگرانی میں ”مجلہ الازہر- تجزیہ و تنقید“ کے موضوع پر مقالہ پیش کر کے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۴۹ء میں تقابل ادیان کے پروفیسر ہو کر مکمل یونیورسٹی چلے آئے۔ یہاں انھوں نے دو سال کے اندر شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی بنیاد ڈالی۔ یہاں آنے کے پانچ چھ سال کے دوران میں ان کی دوسری کتاب ”اسلام ان ماڈرن ہسٹری“ شائع ہوئی۔ اس کے بعد ان کی کتاب ”دوسروں کا مذہب“ اور ”مذہب کا مطلب و معنی“ شائع ہوئی۔ ۱۹۶۴ء میں وہ ہارورڈ یونیورسٹی میں ”مذہب کے تقابلی مطالعہ“ کے مرکز کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے منتقل ہو گئے۔ ۱۹۷۳ء میں وہ ہارورڈ سے کناڈا کی ڈیہوڑی یونیورسٹی ریجن کے پروفیسر کی حیثیت سے جوائن کیا۔ وہاں پانچ چھ سال قیام رہا اور پھر ہارورڈ واپس چلے آئے۔

اسمٹھ ایمان اور اسلام کو ایک مخصوص معنی میں لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان ایک انفعالی کیفیت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک معاہدہ ہے جو بندہ اپنے خدا سے کرتا ہے، جس کی رو سے وہ اپنی مرضی خدا کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ایمان کا اظہار ہوتا ہے اور وہ شکل اختیار کر لیتا ہے کہ خدا پر ہمارا ایمان جتنا زیادہ مکمل ہوگا اتنا ہی ہم اس کے تابع اور فرماں بردار بندے ہوں گے اور اس اطاعت اور فرماں برداری کا نام ”اسلام“ ہے۔ یہ تصور کہ اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے ایک مکمل، جامع اور متعین نظام ہے۔ ان کے خیال میں کم از کم قرن اول کے مسلمانوں کے لیے اجنبی تھا۔ یہ خیال کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد ایک مسلم کمیونٹی کا قیام تھا عہد جدید کی پیداوار ہے۔ اسمٹھ کے نزدیک اگر قرآن مجید کا یہی مقصد رہا ہوتا تو پھر وہ ان یہودیوں اور عیسائیوں پر تنقید نہ کرتا جو جنت کو اپنے مذہبی دائرہ میں محدود سمجھتے ہیں۔ (۵)

تھیوڈور نولڈ کے (۱۸۳۶ء-۱۹۳۰ء)

تھیوڈور نولڈ کے (Theodor Nolde k) جرمن مستشرق ہیں، ۱۸۵۶ء میں ”تاریخ

قرآن“ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اور ان کا یہ مقالہ ۱۸۶۰ء میں جرمن زبان میں شائع ہوا۔ جب کہ اصل مقالہ لاطینی زبان میں لکھا گیا تھا۔ بعد ازاں یہ انگریزی میں بھی The History of the Text of the Quran کے نام سے شائع ہوا۔ یہ تین جلدوں میں ہے، تینوں

جلدیں بالترتیب وقفے وقفے سے اس طرح شائع ہوئی ہیں۔ (۱۹۰۹ء جلد اول، ۱۹۱۹ء جلد دوم، ۱۹۳۸ء جلد سوم) موصوف کا قرآن مجید سے متعلق انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں The Quran کے نام سے ایک آرٹیکل ہے۔ موصوف کو جرمن مستشرقین کا شیخ (استاذ) کہا جاتا ہے۔ موصوف کو عبرانی کے علاوہ یونانی، سریانی اور عربی زبانوں پر بھی درک حاصل تھا۔ وہ یونیورسٹی سٹراسبرگ فرانس میں مشرقی علوم کے استاذ رہے ہیں۔

نوٹڈ کے کا خیال ہے کہ قرآن مجید محمد (ﷺ) کی ذاتی تصنیف ہے اور وحی آپ سے ایک بے قابو ہیجانی حالت میں صادر ہوتی تھی۔ وحی کا تجربہ آپ کا ذاتی تجربہ تھا نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا تھا۔ شخصی طور پر آپ بے باک اور نڈرتھے، غار حرا کی ریاضتوں نے آپ کے دماغ کو مزید جلا بخشی۔ مزید یہ کہ آپ کو اپنے مخالفین سے چڑتھی۔ یہودیت و نصرانیت کی تعلیمات سے آپ پہلے سے واقف تھے۔ ان حالات میں آپ پر ہیجانی کیفیت طاری ہوتی اور وحی کا نزول ہوتا۔ کتاب کی پہلی جلد میں بنیادی طور پر یہی بات کہی گئی ہے۔ بعض مباحث مکی اور مدنی سورتوں کے اسلوب پر بھی ہے۔ دوسری جلد دور نبوی اور خلفائے ثلاثہ کے دور میں تدوین قرآن سے متعلق ہے۔ موصوف کے نزدیک قرآن مکمل طور سے جمع نہیں ہو سکا۔ تیسری جلد قرأت اور رسم عثمانی سے بحث کرتی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق رسم عثمانی میں بہت سی غلطیاں موجود ہیں۔ موصوف قرآن مجید کے بارے میں اہل تشیع اور عیسائیوں کے اعتراضات سے متاثر لگتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے ان کا حوالہ دیا ہے (۶)۔

سر ہیمیلٹن الیگزینڈر روسکین گب (۱۸۹۵ء-۱۹۷۱ء)

روسکین گب (H.A.R. Gibb) ۲ جنوری ۱۸۹۵ء کو اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک کمپنی میں ملازم تھے۔ ان کی تعلیم اسکاٹ لینڈ میں ایڈنبرا کے رائل ہائی اسکول اور ایڈنبرا یونیورسٹی میں ہوئی۔ ان کے خاص مضامین عبرانی، عربی اور آرامی (سامی) زبانیں تھیں۔ پہلی جنگ عظیم میں رائل فیلڈ آرٹیلری میں شامل ہو کر فرانس اور اٹلی میں فوجی خدمات انجام دیں۔

۱۹۱۹ء میں انھیں زمانہ جنگ کی ڈگری ملی، پھر وہ لندن کے اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں داخل ہوئے، جہاں سے انھوں نے ۱۹۲۲ء میں عربی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۲۶ء میں وہ لندن یونیورسٹی میں تاریخ ادب عربی کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں اس شعبہ کے صدر منتخب ہوئے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے انگریزی کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور ۱۹۵۶ء تک یہ ذمہ داری ادا کی۔ لندن کے شعبہ عربی میں وہ ۱۹۳۷ء تک رہے۔ اسی سال وہ عربی کے پروفیسر ہو کر آکسفورڈ چلے گئے جہاں ان کا قیام ۱۹۵۵ء تک رہا، پھر امریکہ ہارورڈ یونیورسٹی میں بحیثیت عربی پروفیسر تقرر ہوا۔ ۱۹۶۳ء میں وہ پروفیسر شپ سے ریٹائر ہوئے، اسی سال ان پر فالج کا حملہ ہوا اس کے بعد زندگی کے باقی دن انھوں نے آکسفورڈ میں گزارے، ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

روسکین گب نے اسلامیات پر درجنوں مقالات اور کتابیں تصنیف کیں جو شائع ہوئیں اور علمی دنیا نے ان کا خوب خوب اعتراف کیا۔ ان کو کئی اعزاز ملے۔ ذیل میں ان کی چند مشہور کتابوں کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

(۱) محمدن ازم (لندن ۱۹۴۱ء، اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں)

(۲) مغرب اور اسلامی معاشرہ، جلد اول، لندن ۱۹۵۰ء، جلد دوم، لندن ۱۹۵۷ء

(۳) اسلامی تمدن، بوسٹن ۱۹۶۳ء

(۴) اسلام اور جدید روایات، شکاگو، ۱۹۵۷ء

پروفیسر گب کا خاص میدان تاریخ و تمدن تھا مگر انھوں نے اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث پر بھی تبصرہ کیا ہے، جہاں معروضیت کے بجائے مستشرقانہ عصیت سے کام لیتے ہیں، چنانچہ گپ نے جب اسلام پر کتاب لکھی تو اس کا نام محمدن ازم رکھا۔ اسلام محمدن ازم نہیں ہے بلکہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اسلام اللہ کا دین ہے۔ مگر مستشرقین کا عام نہج یہی ہے کہ اسلام کو محمد ﷺ کا مذہب قرار دیتے ہیں اور قرآن کو محمد ﷺ کا کلام بتاتے ہیں! گب نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ پروفیسر موصوف اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں: اسلام کا لفظ حضرت محمد ﷺ نے بعد میں اپنے مذہب کے امتیازی نام کے طور پر اختیار کیا، دراصل ان کا یہ نظریہ ان کی اس بحث کا

پیش خیمہ ہے جو انھوں نے کتاب کے تیسرے باب میں جن کا عنوان ”قرآن“ ہے اٹھائی ہے۔ یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح پیغمبر اسلام کے ذہن میں نظریہ توحید کا ارتقاء ہوا ہوگا۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں توحید کا جو نظریہ پیش کیا گیا اس کا تعلق درحقیقت ان حنفاء کے اعتقاد سے ہے جس کے بارے میں کچھ زیادہ معلوم نہیں۔ حضرت محمدؐ نے اس پر فخر کیا اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایک امتیازی شان کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ قرآن کی اس آیت ”مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا“ کی ایک ابتدائی شکل میں جو اس سے مختلف تھی اس بات کا اشارہ ہے موجود تھا کہ حضرت محمدؐ جس عقیدہ کی تبلیغ کرتے تھے اس کے لیے حنیفیہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو بعد میں حنیفیہ کی جگہ اسلام نے لے لی۔

در اصل تخیل کا یہ سارا فساد اس لیے ہے کہ پروفیسر گب قرآن کریم کو وحی الہی کے بجائے پیغمبر اسلام کی تصنیف سمجھتے ہیں۔<sup>(۷)</sup>

### آرتھر جان آربری (۱۹۰۵ء-۱۹۶۹ء)

آرتھر جان آربری (Arthur John Arberry) کی پیدائش برطانیہ میں ہوئی۔ قاہرہ یونیورسٹی مصر میں کلاسیکیات میں ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ رہے۔ بعد ازاں انڈیا آفس لائبریری لندن میں اسٹنٹ لائبریرین کے طور پر ملازمت کی۔ دوسری جنگ عظیم میں منسٹری آف انفارمیشن سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں یونیورسٹی آف لندن میں اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (S.O.A.S) میں فارسی زبان کے چیرمین مقرر ہوئے۔ نوے سے زائد کتابیں لکھیں۔ ان کا ترجمہ قرآن پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔ آربری نے اپنے ترجمہ قرآن میں ادبی اسلوب ولیم شیکسپیر کا استعمال کیا ہے۔ آربری کے ترجمہ قرآن کی کچھ خصوصیات ہیں اسی طرح اس میں کچھ نقائص ہیں، مثلاً آربری نے اپنے ترجمہ قرآن کا نام مفسر قرآن (The Quran interpreted) رکھا جو اس بات کی علامت ہے کہ ترجمہ قرآن خود قرآن مجید نہیں ہے۔ آربری نے سورہ یوسف میں لفظ احلام کا ترجمہ خوف ناک خواب (Nightmares) کیا ہے۔ اس طرح سورۃ الواقعة کا ترجمہ (Terror) کیا ہے۔<sup>(۸)</sup>



## جوزف شاخت

جوزف شاخت (Joseph Schacht) ۱۹۰۲ء میں جرمنی میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق

یہودی مذہب سے تھا، انھوں نے برسلاؤ اور ہیشیزگ یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ کچھ دنوں ایک یونیورسٹی میں درس دینے کے بعد ۱۹۳۲ء میں کونٹس برگ یونیورسٹی چلے گئے۔ ۱۹۳۴ء میں جامعہ مصریہ میں منتقل ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں علوم اسلامیہ کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں الجزائر یونیورسٹی میں علمی تحریکوں کے استاذ ہو گئے پھر کولمبیا یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ وہ بہت سی علمی اور ادبی تنظیموں کے رکن ہوئے۔ ان کو مجمع علمی دمشق کی بھی رکنیت ملی۔ کچھ عرصہ تک مجلہ علوم اسلامیہ کے مدیر بھی رہے۔ اسلامی قانون کی ابتدائی ترقی۔ اس کی اثر پذیری ان کا خاص موضوع تھا۔ انھوں نے بے شمار کتابیں اور مقالات لکھے۔ چند کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

- (۱) اسلامی قانون کا تعارف (انگریزی میں)
- (۲) فقہ کا ارتقاء، (انگریزی میں)
- (۳) کتاب التوحید للما تریدی، (تحقیق)
- (۴) کتاب الحیل والمخارج للخصاف، (تحقیق)
- (۵) کتاب الحیل فی الفقہ للقر وینی، (تحقیق/جرمن میں ترجمہ کیا)
- (۶) کتاب المخارج فی الحیل للشیبانی، (حواشی لکھے)
- (۷) کتاب الشروط للطحاوی، (اشاعت)
- (۸) دین اسلام، (مجموعہ مقالات/جرمن میں ترجمہ)

جوزف شاخت کا بنیادی موضوع اسلامی فقہ ہے اس ضمن میں انھوں نے قرآن مجید

کے بارے میں بھی تبصرہ کیا ہے۔ قرآن مجید سے متعلق ان کا بنیادی خیال یہ ہے کہ اسلامی قانون براہ راست قرآن مجید سے اخذ نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسلامی قانون کا خمیر بنی امیہ کے انتظامی عمل سے اٹھایا گیا ہے۔ کیوں کہ بنی امیہ کا عمل قرآن مجید کے الفاظ پر بھاری ہوتا تھا۔ فاضل موصوف کی یہ بات سراسر بے بنیاد ہے کیوں کہ اسلام میں جتنے قانونی احکام اور مسائل ہیں سب کی بنیاد

قرآن مجید میں موجود ہے چاہے چوری، زنا، شراب نوشی، بغاوت اور قتل کا مسئلہ ہو یا نکاح، طلاق اور وراثت کا مسئلہ۔ قرآن مجید میں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں احکام موجود ہیں۔ قرآن مجید کو جب شریعت کا ماخذ نہیں مانتے تو احادیث ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک شریعت کا ماخذ نہیں ہو سکتیں۔ حدیث کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ دوسری صدی ہجری میں مدون کی گئیں اور ان کے استناد کے بارے میں کافی شبہات اور اشکالات ہیں۔ گویا انھوں نے اسلام کے بنیادی ماخذ پر تیشہ چلایا ہے۔<sup>(۹)</sup>

### ریجس بلاشیر (۱۹۰۰-۱۹۷۲ء)

ریجس بلاشیر (Regis Blachere) فرانس میں پیدا ہوئے۔ سار بونے یونیورسٹی میں عربی زبان و ادب کے استاذ رہے جب کہ یونیورسٹی آف پیرس میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ ۱۹۵۶ء میں The Quran نام سے کتاب شائع کی۔ (Introduction au Qoran) کے نام سے فرانسیسی میں قرآن مجید کا ایک مقدمہ بھی مرتب کیا۔ ۱۹۳۹ء-۱۹۷۷ء کے دوران (Translaation as a test for re-Classification of Suras) کے نام سے بھی فرانسیسی میں ترجمہ قرآن شائع کیا۔ جس میں اپنے طور سے قرآن مجید کی سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ سیرت پر بھی ایک کتاب لکھی ہے، عربی زبان و ادب پر بھی ایک کتاب تین جلدوں میں تیار کی ہے۔

بلاشیر کی کتاب Introduction au Qoran سات فصول پر مشتمل ہے۔ اس کو عربی زبان میں رضا سعادت نے منتقل کیا ہے جو دارالکتاب لبنان بیروت سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی پہلی فصل مصحف کی جمع و تدوین کے بارے میں ہے۔ مصنف موصوف کا خیال ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر یہودیت کا بہت اثر تھا اور آپ ان کی طرح اپنے دین کے لیے ایک کتاب مرتب کرنا چاہتے تھے، لہذا آپ نے یہ کتاب تیار کی۔ جس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان کے دور میں نظر ثانی کیا گیا۔ اس فصل میں انھوں نے قرآنی قراتوں پر بھی نقد کیا ہے۔ ان کے بقول قرآن اگر من جانب اللہ ہوتا تو الگ الگ قراتیں نہ ہوتیں۔ دوسری فصل کا موضوع قرآن کا مکمل پیغام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ

مکی قرآن کے مضامین وہی ہیں جو وحی کے نزول سے پہلے غار حرا کے غور و فکر میں نمایاں تھے۔ تیسری فصل کا عنوان مدنی قرآن ہے۔ اس فصل میں انھوں نے لغات قرآن، صرف و نحو اور بلاغت اور قرأت پر بحث کی ہے۔ پانچویں فصل قرآنی تفسیر، اصول تفسیر اور تفسیر کے مقاصد و اہداف کے بارے میں ہے۔ چھٹی فصل مصادر اسلام کے بارے میں ہے۔ اس میں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ ساتویں فصل میں مسلم معاشرہ پر قرآن مجید کے اثرات سے بحث کی گئی ہے۔

بلاشیر کا یہ مقدمہ (کتاب) قرآن مجید اور اسلام پر الزامات و اعتراضات کا عکاس ہے اور انھوں نے اپنے پیش رو گولڈزیہر اور پال کا زانووا (Paul Casanove) کی تقلید کی ہے۔<sup>(۱)</sup>

### ڈاکٹر اسپرنگر

ڈاکٹر اسپرنگر (Dr. Springer) جرمنی کے رہنے والے مشہور عربی داں ہیں، کئی سال مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل رہے۔ برطانوی سول سروس کے ملازم تھے۔ لکھنؤ میں آ کر شاہی کتب خانہ کی رپورٹ لکھی۔ آں حضرت ﷺ کی سوانح عمری پر کئی کتابیں لکھیں، ایک کتاب ۳ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ ان کی کتابیں درج ذیل ہیں:

(۱) Life of Muhammad from original sources (حیات محمد اصل مصادر

کی روشنی میں۔ مطبوعہ الہ آباد، ۱۹۳۸ء)

(۲) حیات اور تعلیم محمد (۳ جلدیں، مطبوعہ برلن، ۱۸۶۱ء-۱۸۶۵ء)

(۳) محمد اور قرآن ایک نفسیاتی مطالعہ (ہمبرگ، ۱۸۸۹ء)

اسپرنگر نے آں حضرت ﷺ کے مطالعہ کا ایک نیا اسکول قائم کیا جسے بائیولوجی اور علم الامراض یا اسباب امراض کا اسکول کہا جاتا ہے۔ اسپرنگر نے ڈاکٹری کی پڑھائی کی تھی۔ انھوں نے چودہ سو سالوں کے بعد اسلام اور محمد ﷺ کا طبی معائنہ کرنا ضروری سمجھا۔ طبی معائنہ کی رپورٹ میں اس نے ثابت کیا کہ آں حضرت ﷺ اعصابی مریض یا مصروع (مرگی زدہ) تھے (نعوذ باللہ من ذلک) اس لیے ہذیان اور بدحواسی کے اوقات میں انھوں نے قرآن تصنیف کر ڈالی۔ اور

اسلام مذہب گڑھ لیا۔ اسلام کی اصلیت کی اس مستشرق نے ایک بالکل نئی اور اچھوتی تعبیر پیش کی۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں لوگ مرگی زدہ رہے ہیں لیکن آج تک کسی نے قرآن مجید جیسا شاہ کار معجز کلام پیش نہیں کیا ہے۔<sup>(۱۱)</sup>

## ولیم منٹگمری واٹ

ولیم منٹگمری واٹ (William Montgomery Watt) ۱۹۰۹ء میں برطانیہ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۰۶ء میں اس کی وفات ہوئی۔ یونیورسٹی آف ایڈنبرگ میں علوم اسلامیہ اور عربی زبان کے استاذ رہے ہیں۔ قرآن مجید پر اس کا ایک مقدمہ (Introduction to the Quran) کے نام سے ۱۹۷۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ اس کی معروف کتب میں سیرت پر دو کتابیں (Muhammad at Mecca) اور (Muhammad at Medina) ہیں، جو ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئیں۔ اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں (Islamic Political Thought) اور (Islamic Philosophy and Theology) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ موصوف کو آخری مستشرق کا ٹائٹل بھی دیا گیا ہے۔

قرآن مجید پر مقدمہ کو منٹگمری واٹ نے گیارہ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی فصل میں مصنف نے جزیرہ عرب کے تاریخی پس منظر کو بیان کیا ہے۔ دوسری فصل میں رسول اللہ ﷺ کے تجربہ نبوت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ تیسری فصل نص قرآنی کی تاریخ کی بحث پر مبنی ہے۔ چوتھی فصل شکل قرآن کے بارے میں ہے، پانچویں فصل میں اسلوب قرآن پر بحث ہے، چھٹی فصل تشکیل قرآن کے موضوع پر ہے، ساتویں فصل قرآن مجید کی ترتیب زمانی کو بیان کرتی ہے۔ آٹھویں فصل قرآن کے ناموں پر ہے، نویں فصل قرآن کے تفسیری رجحانات سے بحث کرتی ہے، دسویں فصل قرآن مجید اور علمائے اسلام کے موضوع پر ہے۔ گیارہویں فصل قرآن مجید اور مغربی اسکالر کے بارے میں ہے۔<sup>(۱۲)</sup>

ایڈورڈ وینزبرف (۱۹۲۸-۲۰۰۲ء)

ایڈورڈ وینزبرف (Jhon Ed Wansbrougy) امریکہ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنی



قرآن مجید اور مستشرقین

تعلیم ہارورڈ یونیورسٹی سے مکمل کی۔ یونیورسٹی آف لندن میں اسکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز (SOAS) میں تاریخ کا مضمون پڑھا، قرآن مجید پر ان کی کتاب (Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation) ۱۹۷۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا۔ یہ چار فصول پر مشتمل ہے جو اس طرح ہیں:

- ۱- وحی اور شریعت (Revelation and Canon)
- ۲- علامات نبوت (Emblems of Prophethood)
- ۳- قدیم عربی زبان کے مصادر (Origins of Classical Arabic)
- ۴- اصول تفسیر (Principles of Exegesis)

موصوف قرآن مجید کو حضرت محمدؐ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ پہلی فصل میں قرآن مجید کے بعض الفاظ مثلاً ابراہیم، عاد، ثمود وغیرہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا مصدر تورات اور انجیل ہے۔ موصوف قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔ قرآنی قرأت کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ بعض قرأتیں غیر عربی ہیں، اور زبان کے اصول و ضوابط سے میل نہیں کھاتیں۔ صرف ونحو کے اعتبار سے انجیل قرآن سے بہتر ہے۔ قرآن میں تکرار کو ذریعہ طعن بنایا ہے، دوسری فصل میں قرآن مجید کے اعجاز پر بحث کی ہے، تیسری فصل میں جاہلی دور کی عربی پر تبصرہ کیا ہے، چوتھی فصل میں قرآن کی تفسیر کے اقسام بیان کیے ہیں، جو ان کے نزدیک یہ ہیں: قصصی تفسیر، موضوعی تفسیر، لغوی تفسیر، بیانی ابلاغی تفسیر، مجازی و استعاری تفسیر وغیرہ۔ (۳)

سر ولیم میور

سر ولیم میور (Sir William Moaur) برطانیہ میں پیدا ہوئے۔ برطانوی سول سروس کے ملازم اور اسکولش اصلیت کے عالی کیتھولک عیسائی تھے۔ آگرہ اور دہلی میں لفٹیننٹ گورنری کے فرائض انجام دیے۔ انھوں نے چار جلدوں میں حیات محمدؐ (ﷺ) لکھی، جو لندن سے ۱۸۵۶ء اور ۱۸۶۱ء کے درمیان شائع ہوئی۔ صلیبی جنگوں کا سرخیل برطانیہ رہا ہے اور صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں رچرڈ کو شکست کا غم اٹھانا پڑا ہے اس طور سے اسلام کے تئیں برطانیہ اور برطانوی اسکالروں کی زہر افشانی کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور نے حیات محمدؐ (Life of Muhammad)

میں دریدہ دہنی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ولیم میور نے حضرت محمد (ﷺ) کو نبی کا ذب قرار دیا ہے۔ انھوں نے اسلام، محمد اور قرآن کو تہذیب آزادی اور حق کا بدترین دشمن قرار دیا ہے۔ ایسا دشمن جو آج تک انسانی تاریخ میں پیدا نہیں ہوا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ محمد شیطان کے آلہ کار تھے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) ہندوستان کے ایک فرزند ارجمند سر سید احمد خان نے اس کتاب کا ”الخطبات الاحمدیہ“ کے نام سے اس کا منہ توڑ جواب لکھا اور یہ ثابت کیا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول تھے۔ جب ولیم میور نے لائف آف محمد لکھی اور سر سید احمد خاں کے مطالعے میں یہ کتاب آئی تو ان کی کیا حالت ہوئی اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

”ان دنوں ذرا میرے دل کو سوزش ہے، ولیم میور صاحب نے جو کتاب آنحضرت ﷺ کے حالات پر لکھی ہے اس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے دل کو جلا دیا ہے، اس کی ناانصافیاں اور تعقبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا اور مہم ارادہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت میں جیسے کہ پہلے بھی ارادہ تھا کتاب لکھ دی جائے۔“ (۱۳)

سر سید احمد خاں نے یہ کتاب اردو میں تیار کی تھی۔ انھوں نے اس کا انگریزی ترجمہ اپنے بیٹے سید محمود سے کروا کر ۱۸۷۰ء میں لندن سے شائع کیا۔

### آرتھر جیفری (۱۸۹۲ء-۱۹۵۹ء)

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) کینڈی نژاد آسٹریلین مستشرق تھے۔ کولمبیا یونیورسٹی نیویارک میں سامی زبانوں کے پروفیسر رہے۔ مشرق وسطیٰ کے اسلامی مخطوطات کو انھوں نے اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔ قرآن مجید پر بھی انھوں نے کئی کتابیں لکھیں جن میں درج ذیل اہم ہیں:

۱- The Foreign Vocabulary of the Quran

۲- Materials For the History of the Text of the Quran

اس کے علاوہ بعض مقالات بھی قرآن مجید سے متعلق لکھے۔ ان کتابوں اور مقالات میں آرتھر جیفری نے قرآن مجید سے متعلق جو بنیادی بات کہی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بائبل کی طرح قرآن مجید بھی کوئی مستند مذہبی کتاب نہیں ہے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ قرآن عہد نبوی میں تحریری

شکل میں موجود نہیں تھا۔ رسول اللہ (ﷺ) پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی خواہش تھی کہ آخری عمر میں ایک کتاب تحریر کر دیں۔ آپ ایک تاجر تھے اور کاروباری امور لکھتے تھے۔ اس کا کہنا یہ بھی ہے کہ چونکہ قرآن عہد نبوی میں تحریری شکل میں موجود نہیں تھا۔ لہذا اس میں حذف و اضافہ بھی ہوا ہے۔ آرتھر جیفری کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ انھوں نے ابن ابی داؤد کی کتاب 'کتاب المصاحف' ۱۹۳۷ء میں ایڈٹ کیا اور شائع کیا۔ یہ کتاب ۶۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے بعض مباحث سے وہ متاثر تھے۔ انھوں نے اس کے مقدمے میں فرسودہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔<sup>(۱۵)</sup>

## جان برٹن

جان برٹن (John Burton) ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے۔ ایڈنبرگ یونیورسٹی میں عربی کے استاذ تھے، انھوں نے جمع قرآن (The Collection of the Quran) کے نام سے ایک کتاب مرتب کی ہے جسے کیمبرج یونیورسٹی پریس نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا ہے۔ کتاب دو حصوں اور دس فصول پر مشتمل ہے اور ہر حصے میں پانچ فصلیں ہیں۔ پہلے حصے کا موضوع قرآن مجید میں نسخ کا تصور ہے، پہلا حصہ قرآن مجید اور شرعی علوم کے تعارف کے بارے میں ہے۔ اس کا عنوان The Quran and Islamic Legal Sciences ہے۔ پہلی فصل تعارف کے عنوان سے ہے جب کہ دوسری فصل شرعی علوم کا تعارف، تیسری اور چوتھی فصل نسخ کے بارے میں ہے، پانچویں فصل میں مصحف کے نامکمل رہ جانے سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں نسخ کا تصور علمائے اسلام کا وضع کردہ ہے۔ دوسرے حصے کا عنوان تاریخ نص قرآن ہے، جس میں فصل وار بالترتیب جمع اول، جمع عثمانی کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ باقی فصول میں بھی جمع قرآن کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

جان برٹن کا قرآن مجید کے بارے میں بنیادی خیال یہ ہے کہ یہ قرآن مجید جو آج ہمارے پاس موجود ہے محمد (ﷺ) کا لکھا ہوا مصحف ہے۔ اس کے خیال کے مطابق رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے لیے ایک مصحف لکھ کر رکھا تھا جس میں وقتاً فوقتاً حذف و اضافہ (Editing) بھی کرتے رہتے تھے۔ موصوف کہتے ہیں کہ بعض اوقات محمد (ﷺ) نازل شدہ وحی کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھ پاتے یا

بعض مضامین کو مختصر بیان کرنا چاہتے تھے جس کے لیے وہ قرآن مجید میں ایڈٹنگ کرتے رہتے تھے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) اپنی زندگی میں قرآن مجید کو ایک کتابی صورت میں جمع نہیں کر سکے کیوں کہ وحی کا نزول ہو رہا تھا اور ابھی نسخ کا امکان موجود تھا۔<sup>(۱)</sup>

## ابن وراق

ابن وراق (Ibn Warraq) ۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں پیدا ہوا، تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلا گیا۔ پیدائشی طور پر مسلمان تھا بعد میں ملحد ہو گیا، ۱۹ سال کی عمر میں اسکاٹ لینڈ میں ایڈنبرگ یونیورسٹی میں منگمری واٹ کی شاگردی میں فلسفہ، علوم اسلامیہ اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ لندن میں ایک اسکول میں تدریس شروع کی۔ ۱۹۸۲ء میں اس نے فرانس ہجرت کی۔ ۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی کی کتاب کے رد عمل کے دفاع میں فری انکوائری میگزین میں Why I am not a Muslim کے نام سے مضامین لکھے۔ اس نے خود کو دہریہ اور ملحد کہا ہے۔ اس کی کئی کتابیں شائع ہوئیں، ان میں ”میں کیوں مسلمان نہیں؟“ ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۹۸ء میں اس نے ”The Origin of the Quran“ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ اس میں اس نے دو صدیوں کے ۱۳ مستشرقین کے قرآن مجید پر تنقیدی مضامین کو جمع کر کے شائع کیا ہے۔ اس میں نولڈ لکے، لیون کا یٹانے، الفانے منگانا، آرتھر جیفری، مارگو لیتھ، کلیر ٹسڈال، ابراہام گالی گر، چارلس ٹوری اور اینڈریورین کے تنقیدی مضامین شامل ہیں۔

## حواشی

(۱) اسلام اور مستشرقین، ج ۲، مولانا سعید احمد اکبر آبادی کا مقالہ، پروفیسر اجناس گولڈزیبر، ص ۳۹-۴۷

(۲) حوالہ سابق، ۹۰/۲، انور الجندی، ترجمہ عمیر الصدیق لدوی

(۳) ماہنامہ سنگار، ایڈیٹر نیاز فتح پوری، جنوری ۱۹۳۵ء (en.wikipedia.org/wiki/williamst-clairtsdall)



آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیره، عمر بن ابراهیم رضوان، جلد: ۱، ۲، ۳، (۴)

سلسلہ اسلام اور مستشرقین، ۲/۹۵-۱۰۳، (۵)

آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وغیرہ۔ عمر بن ابراهیم رضوان، دارطیبة، الرياض، ۱۹۹۲ء، (۶)

اسلام اور مستشرقین، جلد دوم، ص ۶۰، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی، بعنوان سرہمیلٹن روسکین گب (۷)

دیکھیے اسالیب المستشرقین فی ترجمہ معانی القرآن الکریم، دراستہ اسلوبیہ لترجمتی سیل و آ ربری لمعانی القرآن الکریم الی الانجلیزیہ۔ (۸)

اسلام اور مستشرقین، ۲/۱۳۸-۱۳۹، جناب محمد طفیل صاحب (۹)

قرآن اور مستشرقین، حافظ محمد زبیر، ماہنامہ حکمت قرآن، لاہور، اکتوبر-دسمبر ۲۰۱۳ء، (۱۰)

اسلام اور مستشرقین، ۳/۳۵-۳۶، سیرۃ النبی، شبلی نعمانی، اول ۹۷-۹۶، (۱۱)

قرآن اور مستشرقین، ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، ماہنامہ حکمت قرآن، لاہور، جولائی-ستمبر ۲۰۱۳ء، (۱۲)

John Edward Waansbrough Quranic Studies: Sources and Methods of (۱۳)

Scriptural Interpretation, Prometheus Book, 2004, pp.122-227)

الخطبات الاحمدیہ، حرف آغاز، اصغر عباس، سرسید اکیڈمی، اے ایم یو، علی گڑھ ۲۰۰۳ء، (۱۴)

قرآن اور مستشرقین، حافظ محمد زبیر، حکمت قرآن لاہور، اپریل-جون ۲۰۱۳ء، ص ۷۷-۷۳، (۱۵)

John Burton, The Collection of the Quran, Cambridge University Press (۱۶)

19-79, p.5 to 232 بحوالہ حکمت قرآن، لاہور، جولائی-ستمبر ۲۰۱۳ء

## قرآن مجید پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

مستشرقین نے قرآن مجید پر جو اعتراضات کیے ہیں وہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ اس قسم کے اعتراضات اس وقت بھی کیے گئے تھے جب قرآن مجید نازل ہو رہا تھا۔ اور یہ بات بھی نئی نہیں ہے کہ صرف قرآن مجید پر اعتراضات کیے گئے ہیں بلکہ ہر دور میں جب بھی کسی نبی یا رسول نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا تو اعتراضات کیے گئے۔ اعتراضات کی نوعیت میں بھی کوئی نیا پن نہیں ہے بلکہ وہی پرانی باتیں دہرائی گئی ہیں۔ یعنی کبھی کہا گیا کہ رسول جو کلام سن رہا ہے وہ جادو ہے، کبھی کہا گیا کہ وہ شاعری ہے، کبھی اخذ و استفادہ کا الزام لگایا گیا، کبھی رسول کی عقل میں فتور کو ثابت کیا گیا، کبھی اگلوں کی کہانیاں بتائی گئیں، کبھی مجنون اور کاہن کے القاب سے یاد کیا گیا۔ غرض کہ وہی سب پرانی باتیں نئے منہ سے ادا ہو رہی ہیں۔ خود قرآن نے ان اعتراضات کو جا بجا نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۝ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ اُكْتَبَهَا فِيهَا تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (الفرقان: ۵، ۴)

”جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ”یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔“ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں: یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

هَلْ هَذَا إِلَّا بَشْرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ السَّحَرَ وَأَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ۝  
 قَالَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ  
 الْعَلِيمُ ۝ بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ مِثْلُ  
 فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْآوَلُونَ ۝ مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ  
 أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ (الانبیاء: ۶۳-۶۴)

”یہ شخص آخر تم جیسا ایک بشر ہی تو ہے، پھر کیا تم آنکھوں دیکھتے جاؤ کے پھندے میں  
 پھنس جاؤ گے؟ رسول نے کہا میرا رب ہر اس بات کو جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں  
 کی جائے، وہ سمیع اور علیم ہے۔ وہ کہتے ہیں بلکہ یہ پراگندہ خواب ہیں، بلکہ یہ اس کی  
 من گھڑت ہے، بلکہ یہ شخص شاعر ہے ورنہ یہ لائے کوئی نشانی جس طرح پرانے  
 زمانے کے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔ حالانکہ ان سے پہلے کوئی بستی بھی،  
 جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہ لائی۔ اب کیا یہ ایمان لائیں گے؟“

قرآن نے ان اعتراضات کا جواب صرف ایک بات سے دیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر یہ قرآن مجید  
 کسی شاعر، مجنون یا پاگل کا کلام ہے یا یہ من گھڑت اور پچھلی قوموں کی کہانیاں ہیں تو اس جیسا  
 دوسرا قرآن بنا کر کیوں نہیں پیش کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو ایک بار بنائی جاسکتی ہے وہ دوسری بار  
 بھی بنائی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاتُوا بَعْشَرَ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيْنَ وَادْعُوا  
 مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ ذُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (ہود: ۱۳)

”کیا یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گھڑ لی ہے؟ کہو، اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی  
 گھڑی ہوئی دس سورتیں تم بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اور جو جو (تمہارے معبود) ہیں ان کو  
 مدد کے لیے بلا سکتے ہو تو بلا لو اگر تم سچے ہو۔“

مذکورہ آیت میں دس سورتوں کے لانے کا چیلنج کیا گیا ہے جب کہ قرآن کی بعض

دوسری آیتوں میں ایک سورت یا ایک آیت ہی پیش کرنے کا چیلنج کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (البقرہ: ۲۳)

”اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ

ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو،

ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَمْ يَقُولُونَ تَقْوَاهُ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ

كَانُوا صَادِقِينَ ۝ (الطور: ۳۳، ۳۴)

”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان

نہیں لانا چاہتے۔ اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنا لائیں۔“

اسلامی علوم میں ”اعجاز القرآن“ ایک مستقل موضوع ہے اور اس پر علمائے اسلام کی

بے شمار تصنیفات موجود ہیں<sup>(۱)</sup> جنہوں نے مختلف پہلو سے قرآن کے اعجاز کو بیان کیا ہے۔ یہاں

پر ان سب کا احاطہ ممکن نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں صرف ان پہلوؤں کی

طرف اشارہ کرنا کافی ہے، جو اعجاز کو بیان کرتے ہیں۔

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ قرآن معجزہ ہے البتہ اس بارے میں

اختلاف ہے کہ وہ کن حیثیتوں سے معجزہ ہے اور اعجاز کی وجوہ کیا ہیں۔ بعض لوگوں نے قرآن مجید

کے نظم کلام کو معجزہ قرار دیا ہے۔ یعنی قرآن کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہے وہ انوکھا اور عجیب

ہے اس طرز و اسلوب پر کوئی دوسرا کلام پیش نہیں کیا جاسکتا۔ بعض لوگوں نے قرآن کی فصاحت و

بلاغت کو معجزہ قرار دیا ہے۔ بعض نے اظہار غیب اور پیش گوئیوں کے اعتبار سے قرآن کو معجزہ سمجھا

ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا اعجاز یہ ہے کہ وہ دلوں کے چھپے ہوئے اسرار کو فاش کرتا ہے جو

انسانی دسترس سے باہر ہے۔ بعض نے قرآن کی قوت تاثیر کو وجہ اعجاز بتایا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ



قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے اس کے مقابلہ کی قوت چھین لی ہے اور بعض نے اس کے احکامات اور تعلیمات میں اعجاز کو ثابت کیا ہے۔ موجودہ دور میں سائنسی انکشافات کی روشنی میں قرآن کے اعجاز کو ثابت کیا جا رہا ہے۔<sup>(۲)</sup>

صحیح بات یہ ہے کہ یہ تمام باتیں ایسی نہیں ہیں کہ وہ یک جا نہ ہو سکتی ہوں۔ قرآن مجید کا اعجاز کسی ایک میں محدود نہیں ہے بلکہ وہ گونا گوں اور مختلف پہلو سے معجزہ ہے۔ خود قرآن نے اپنے اعجاز کے مختلف پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ اب ان تمام باتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو قرآن مجید نظم کلام، فصاحت و بلاغت، اظہار غیب، پیش گوئیاں، قوت تاثیر، تعلیم و احکام اور سائنسی حقائق غرض کہ ہر پہلو سے اس کا معجزہ ثابت ہوگا اور چودہ سو سال سے قرآن چیلنج کر رہا ہے کہ اس کے کسی بھی پہلو سے اس کا مثل پیش کیا جائے اور یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک اس کا چیلنج قبول نہیں کیا گیا ہے اور قرآن کی پیش گوئی کے مطابق قیامت تک خواہ سارے انسان اپنے سارے وسائل اس پر لگا دیں اور انسانوں سے ماورا مخلوق جنوں کی مدد حاصل کر لی جائے جب بھی اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ان میں سے صرف تین پہلو فصاحت و بلاغت، پیش گوئیاں اور سائنسی انکشافات پر تھوڑی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

## قرآن کا ادبی اعجاز۔ فصاحت و بلاغت

قرآن کریم فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ معیار پر پہنچا ہوا ہے جس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ جس موقع پر کلام کیا جا رہا ہے اس کے مناسب معنی کے بیان کے لیے بہترین الفاظ اس طرح منتخب کیے جائیں کہ مدعا کے بیان کرنے میں اور اس پر دلالت کرنے میں نہ کم ہوں نہ زیادہ لہذا جس قدر الفاظ زیادہ شان دار اور معانی شگفتہ ہوں گے اور کلام کی دلالت جس قدر حال کے مطابق ہوگی اتنا ہی وہ کلام زیادہ بلیغ ہوگا۔ قرآن کریم بلاغت کے اس بلند معیار پر پورا اترتا ہے، اس کے چند دلائل ہیں۔

۱۔ اہل عرب کی فصاحت بالعموم محسوسات کے بیان تک محدود تھی جیسے اونٹ، گھوڑے، یا عورت اور بادشاہ کی تعریف، شمشیر زنی، نیزہ بازی، جنگ یا لوٹ مار کا بیان وغیرہ۔

خواہ وہ شاعر ہوں یا نثر نگاران کی فصاحت کا دائرہ یہیں تک محدود رہا۔ لیکن قرآن میں ان اشیاء کے بیان میں بھی فصاحت و بلاغت موجود ہے جو محسوسات سے ماوراء ہیں اور یہ قرآن کا ایک کھلا ہوا اعجاز ہے۔ کیوں کہ محمد ﷺ جو عرب ہی کا ایک فرد تھے اگر یہ قرآن خود ان کا گھڑا ہوا ہوتا تو اس قسم کا کلام دیگر اہل عرب بھی پیش کر سکتے تھے جو کہ زبان دانی میں محمد ﷺ سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

۲- قرآن کریم میں سچائی اور راست گوئی کا پورا اہتمام کیا گیا ہے اور پورے قرآن میں کوئی ایک بات غلط یا جھوٹ نہیں ہے جب کہ شعراء اور ادباء اگر اپنے کلام میں سچ بولنے کی پابندی کریں اور جھوٹ و مبالغہ کی آمیزش نہ ہو تو ان کا کلام اپنے معیار سے گرجائے گا۔

۳- کسی قصیدہ کے تمام اشعار شروع سے آخر تک فصیح نہیں ہوتے بلکہ تمام قصیدہ میں ایک دو اشعار ہی معیاری ہوتے ہیں اور باقی اشعار پھیکے اور بے مزہ ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر امرء القیس کے قصیدے کا یہ شعر

قفانک من ذکری حبیب و منزل

بسقط اللوی بین الدخول فحومل

شعر کے ناقدوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کا پہلا مصرعہ اپنے الفاظ و معانی کی ترکیب میں بے مثال ہے لیکن دوسرا مصرعہ تمام شعری خوبیوں سے خالی ہے۔ یہ تو صرف ایک شعر کا حال ہے پورے قصیدے میں نہ جانے کتنی خامیاں موجود ہیں جب کہ قرآن اتنی ضخیم کتاب ہونے کے باوجود سارے کا سارا اس درجہ فصیح ہے کہ تمام مخلوق اس کے معارضہ اور مقابلہ سے عاجز ہے۔

۴- اگر کوئی شاعر یا ادیب کسی مضمون یا قصہ کو ایک سے زیادہ بار بیان کرتا ہے تو اس کا دوسرا کلام پہلے کلام جیسا ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم میں انبیاء کے واقعات، آخرت کے احوال، احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات بکثرت اور بار بار بیان کی گئی ہیں۔ انداز بیان بھی مختلف ہے اور اسلوب بھی یکساں نہیں ہے اس کے باوجود ہر تعبیر اور ہر عبارت انتہائی فصاحت کی حامل ہے۔ اس لحاظ سے دونوں عبارتوں میں کچھ بھی تفاوت محسوس نہیں ہوتا۔

۵- قرآن کریم میں عبادات، احکام، اخلاق اور آخرت کے مباحث بھی بیان

ہوئے ہیں اور یہ مضامین ایسے ہیں کہ ان میں فصاحت و بلاغت باقی نہیں رہتی مثال کے طور پر کسی فصیح و بلیغ شاعر یا ادیب کو فقہ یا عقائد کے نو دس ایسی بہترین فصیح عبارت لکھنے کے لیے کہہ دیا جائے تو بلیغ تشبیہات اور دقیق استعاروں کے ساتھ وہ قطعی عاجز ہوگا۔

۶- شاعر کی سحر کلامی کسی ایک ہی فن تک محدود ہوتی ہے۔ اس کا کلام دوسرے مضامین کے بیان میں بالکل پھیکا پڑ جاتا ہے، جیسا کہ شعراء عرب کے بارے میں مشہور ہے کہ امرء القیس کے اشعار شراب، کباب اور شباب کے بیان میں بے مثل ہیں۔ نابغہ کے اشعار خوف و ہیبت کو لا جواب انداز میں پیش کرتے ہیں، زہیر رغبت اور امید کے موضوع پر اپنا جوہر دکھاتے ہیں، تو نظامی و فردوسی جنگ و جدل کے بیان میں یکتا ہیں، سعدی غزل کے بادشاہ سمجھتے جاتے ہیں، تو انوری قصیدہ گوئی کے امام، اس کے برعکس قرآن حکیم خواہ کوئی مضمون بیان کرے اس کی فصاحت کا سورج نصف النہار کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔

۷- اگر کلام کو ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب منتقل کیا جائے اور مختلف مضامین کے بیان پر مشتمل ہو تو ایسی صورت میں ان میں ربط اور جوڑ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے وہ کلام بلاغت کے معیاری درجہ سے گر جاتا ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی جانب انتقال بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس میں کمال درجہ کا ربط اور تعلق اور آگے کا پیچھے سے جوڑ موجود ہے اور بلاغت کا ایسا معیار قائم رہتا ہے جو انسانی عادت کے خلاف ہے۔

۸- قرآن کریم کا طرہ امتیاز ہے کہ اکثر جگہوں پر تھوڑے سے الفاظ میں بے شمار معانی کو اس طرح سمولیتا ہے جس طرح دریا کو کوزے میں۔ اس جامعیت کے ساتھ اس کی حلاوت اور شیرینی اور زیادہ ہو جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی انسان کا تصنیف کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتارا ہوا ہے۔

۹- کلام کی شوکت و شیرینی دو متضاد صفتیں ہیں جن کا اجتماع طویل کلام کے ہر جز میں مناسب مقدار کے ساتھ عادتاً ادباء کے کلام میں نہیں ہوتا ہے لیکن پورے قرآن مجید میں یہ چیز موجود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ سرورش غیب ہے (۳)

## قرآن کا خبری اعجاز - پیش گوئیاں

قرآن مجید جس وقت نازل ہو رہا تھا اس وقت دنیا کے بہت سے واقعات ابھی رونما نہیں ہوئے تھے اور ان کے بارے میں کہا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ اس قسم کے واقعات پیش آئیں گے، کیوں کہ انسان کو غیب کا علم حاصل نہیں ہے اور اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے کہ وہ آئندہ ہونے والے واقعات کے بارے میں کچھ پیشین گوئی کر سکے۔ قرآن مجید میں جس طرح کے واقعات کی پیشین گوئی کی گئی تھی وہ عین اس کے مطابق رونما ہوئے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن اس ذات کی طرف سے اتارا ہوا ہے جو عالم غیب ہے اور جسے آگے اور پیچھے کا علم حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن سے کسی واقعہ کی پیشین گوئی ثابت ہوتی ہے۔ ان سب کو یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ ان میں سے چند آیتوں کی طرف صرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱- سورہ فتح آیت ۲۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ  
الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ لَا مَحْلِقِينَ رُءُوسِكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا  
تَخَافُونَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ  
فَتْحًا قَرِيبًا ۝ (الفتح: ۲۷)

”فی الواقع اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔

ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہونگے، اپنے سر منڈواؤ گے

اور بال ترشواؤ گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے

اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اس نے یہ قریبی فتح تم کو عطا کر دی۔“

صلح حدیبیہ کا واقعہ جب پیش آیا تو یہودیوں کی طرف سے مسلمانوں پر طعنہ کسے جاتے تھے

اور ان کا خیال تھا کہ محمد ﷺ اب مکہ میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ قرآن مجید نے اس کی پیش گوئی

کی کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ضرور بالضرور مکہ میں داخل ہوں گے اور تاریخ نے مشاہدہ



کیا کہ ایسا ہوا اور مسلمان فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک آیت مذکورہ کے بمصداق مکہ میں داخل ہوئے اور مناسک حج کو ادا کیا۔

۲- سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۗ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا (النور: ۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی، اور ان کے اس دین کو مضبوطی عطا کرے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کیا اور حضور ﷺ کی زندگی ہی میں مکہ پر مسلمانوں کا تسلط ہو گیا۔ اس طرح خیبر، بحرین اور یمن مسلمانوں کے زیر نگیں آ گئے۔ عہد صدیقی میں اسلامی سرحدوں میں مزید وسعت آ گئی پھر عہد فاروقی میں یہ وسعت مصر اور فارس تک پہنچ گئی۔ عہد عثمانی میں اندلس، چین اور قیروان تک اسلامی مملکت وسیع ہو گئی۔ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں یہ سب باتیں تفصیل سے مذکور ہیں۔

۳- سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۗ (الفتح: ۱۶)

”ان پیچھے چھوڑے جانے والے بدوی عربوں سے کہنا کہ عن قریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تم کو ان سے جنگ کرنی ہوگی یا وہ مطیع ہو جائیں گے۔“

مسیلمہ کذاب نے عہد نبویؐ ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں اس کی سرکوبی کی گئی اور آیت بالا کے مطابق سخت مقابلہ درپیش آیا۔ اس سلسلے میں تاریخ اسلام میں پوری تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۴- سورہ روم آیت ۱-۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الْمَّ غَلِبَتِ الرُّومُ ۚ فِي آذُنِي الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ  
سَيَغْلِبُونَ ۚ فِي بَضْعِ سِنِينَ ۗ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ  
وَيَوْمَئِذٍ يُفْرِخُ الْمُؤْمِنُونَ ۚ

(الروم: ۱-۲)

”ا-ل-م- رومی قریب کی سر زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں، اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔ اللہ ہی کا اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور وہ دن وہ ہو گا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔“

اس آیت میں اس لڑائی کی طرف اشارہ ہے جو اس زمانہ میں روم اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان ہو رہی تھی۔ اس وقت رومی بری طرح شکست کھا گئے تھے اور کوئی خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اب یہ غائب آجائیں گے اور چشم فلک نے اس پیش گوئی کو واقعہ میں رونما ہوتے ہوئے دیکھا۔

۵- قرآن کی بعض پیشین گوئیوں کا تعلق خود نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ہے۔ وہ اس طرح کہ منافقین اور یہود کی طرف سے آپ ﷺ کے خلاف ہمیشہ مختلف طرح کی سازشیں کی جاتی رہیں۔ بعض وقت انھوں نے آپ کو دھوکے سے جان سے مار دینے کا منصوبہ بھی بنایا لیکن بروقت غیب سے آپ کو مطلع کر دیا گیا اور ان کے منصوبے پر پانی پھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - (المائدہ: ۶۷)

”اور اللہ ان لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ - (الحجر: ۹۵)

”اور مذاق اڑانے والوں کے مقابلہ کے لیے آپ کی طرف سے ہم نے کفایت کر لی ہے۔“

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

لَنْ يَضُرُّكُمْ إِلَّا آذَىٰ ط وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤَلُّوكُمْ الْأَذْبَارِقَةُ لَكُمْ  
لَا يُنصَرُونَ ۝ (آل عمران: ۱۱۱)

”یہ لوگ (یہودی) کچھ تکلیف پہنچانے کے سوا تم کو اور کوئی نقصان ہرگز نہ پہنچا سکیں

گے اور اگر تم سے لڑیں تو تمہیں پیٹھ دکھا جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔“

چنانچہ آپ پر متعدد بار قاتلانہ حملے کیے گئے ہیں لیکن ہر بار ناکام رہے جو کہ دراصل

اللہ کی طرف سے حفاظت کا نتیجہ تھا۔<sup>(۴)</sup>

## قرآن کا علمی اعجاز - سائنسی انکشافات

قرآن مجید کا علمی اعجاز یہ ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے کائنات سے متعلق جن حقائق

کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا تھا آج جدید سائنس ان حقائق سے پردہ اٹھا رہی ہے جب کہ

قرآن جس وقت نازل ہو رہا تھا، معروف معنی میں نہ سائنس تھی، نہ کوئی تجربہ گاہ اور نہ ہی علوم کے

اتنے شعبے وجود میں آئے تھے، جو اب موجود ہیں۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر یہ قرآن

کسی انسان کا تصنیف کردہ ہوتا تو اس کے مضامین و مشمولات جدید سائنسی انکشافات سے اس قدر

ہم آہنگ نہ ہوتیں جو انکشافات کہ انتہائی درجہ ریسرچ اور تحقیق کے بعد منظر عام پر آ رہے ہیں۔

قرآن میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں سائنسی حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں ان ساری

آیتوں کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ ان میں سے چند آیتوں کی طرف صرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

۱- کچھ عرصہ قبل تک کائنات سے متعلق انسان کی معلومات نہ صرف انتہائی محدود تھیں

بلکہ افسانوی قسم کی تھیں۔ لیکن جدید سائنسی انکشافات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات جو کہ

ارہوں کھربوں سیاروں اور کہکشاؤں پر مشتمل ہے اور جو ناقابل شمار وسعت پر محیط ہے کسی وقت

ان سب کے اجزاء آپس میں ملے ہوئے تھے جو ایک دھماکے سے پھٹ گئے اور پھیلتے چلے گئے۔

قرآن میں ایک آیت ہے جو اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا

فَفَتَقْنَاهُمَا ط وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (الانبیاء: ۳۰)

”کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی کی بات ماننے سے) انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے کہ

یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کیا، اور پانی سے

ہر زندہ چیز پیدا کی؟“

۲- مذکورہ آیت میں ایک دوسری سائنسی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ ہر چیز کو پانی سے

زندگی بخشی گئی ہے۔ جدید سائنس نے بھی اس حقیقت کو پوری طرح تسلیم کر لیا ہے کہ زندگی کے

وجود میں سب سے نمایاں کردار پانی کا ہے۔ ایک بڑے سے بڑے جاندار کی زندگی پانی کا

مرہون منت ہے اور ایک معمولی جسمیہ کا وجود بھی پانی کی برکت سے قائم رہتا ہے جو زندگی کا

بنیادی ڈھانچہ ہے۔

۳- کائنات سے متعلق دوسری عظیم حقیقت جس کا انکشاف جدید سائنس میں کیا گیا

ہے۔ یہ ہے کہ یہ کائنات ایک مرکزی نکتے سے باہر کی طرف مسلسل پھیل رہی ہے اور یہ پھیلاؤ روشنی

کی رفتار سے ہو رہی ہے۔ قرآن کی سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ O (الذاریات: ۴۷)

”آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں۔“

۴- کائنات ہی سے متعلق تیسری حقیقت یہ ہے کہ یہاں پر دو بڑی قوتیں کار فرما ہیں

جن کی وجہ سے کائنات اپنی جگہ باقی ہے۔ ایک قوت کشش ہے اور دوسری قوت گریز ہے۔ اگر یہ

دونوں قوتیں نہ ہوں تو ایک لمحہ کے لیے بھی یہ کائنات باقی نہیں رہ سکتی ہے۔ اسی بات کی طرف

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ O (الرحمن: ۷)

”اور آسمان کو اس نے بلند کیا اور توازن قائم کر دی۔“

۵- کائنات دراصل ایک ذرہ (ایٹم) کی کہانی ہے اور ایک ایٹم کئی حقیقتوں پر مشتمل

ہے۔ ان میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ ہر ذرے کا ایک برقی بار (CHARGE) اور چکر (SPIN)

ہوتا ہے۔ جب ایک جوہر بنتا ہے تو اس کا مخالف جڑواں (OPPOSITE TWIN) بھی بن جاتا



ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی ایک جوڑ موجود ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو متعدد آیتوں میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ  
اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝  
(س: ۳۶)

”پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔“

۶۔ کچھ عرصہ قبل تک ذرہ (ایٹم) کو مادے کے سب سے چھوٹی اکائی کے طور پر سمجھا جاتا تھا اور یہ تصور عام تھا کہ ذرے کی تقسیم نہیں ہو سکتی ہے لیکن جدید سائنس نے اس سے بھی چھوٹی اکائی کا پتا لگایا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک ایٹم پروٹون (PROTON) اور نیوٹرون (NEUTRON) سے مل کر بنا ہوا ہے اور اس کے ارد گرد منفی برقی بار الیکٹرون (ELECTRON) کے بادل ہوتے ہیں اور ایٹم کے مرکزہ نکلیس (NEUTRINO) اور اینٹی نیوٹرینو (ANTI NEUTRINO) نیز ایکس ریز اور گاما ریز کے قدرے (CUANTAS) بھی چھپے ہوتے ہیں جو ایٹم سے بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ قرآن میں ایٹم کا بھی تصور موجود ہے اور ایٹم سے چھوٹے جز کا تصور بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَا  
اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝  
(سبا: ۳)

”اس سے ذرہ برابر کوئی چیز نہ آسمان میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔ نہ ذرے سے بڑی اور نہ اس سے چھوٹی۔ سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے۔“

۷۔ انسان کی تخلیق سے متعلق بھی جدید سائنس میں بہت سے انکشافات کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ رحم مادر میں انسان کی تخلیق مختلف مراحل سے گزر کر ہوتی ہے۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان کی پیدائش کا عمل صرف ماں کے پیٹ میں موجود رحم میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لیکن اب سائنس دانوں نے انکشاف کیا ہے کہ کم از کم تین مرحلے ایسے ضرور ہیں جہاں سے

ہر پیدا ہونے والے بچے کو گزرنا پڑتا ہے۔ وہ تین مرحلے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، گو کہ ظاہری شواہد سے ان کو الگ کر کے دیکھنا ممکن نہیں ہے، اس حقیقت کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا جاسکتا ہے۔ ایک زرخیز شدہ انڈا کا خلیہ یا زائیگوٹ (ZYGOTE) گویا پہلے ایک دیو قامت اور تاریک سرنگ سے گزرتا ہے پھر ایک سیاہ اور روشنی سے عاری جنگل میں آتا ہے پھر اس کے بعد ایک انتہائی سیاہ سمندر کی تہہ میں چلا جاتا ہے اور پھر ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں صاف الفاظ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمٍ  
ثَلَاثٍ ۗ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآنِي  
تُصَرِّفُونَ ۝ (الزمر: ۶)

”وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر پھرائے جا رہے ہو؟“

## قرآنی احکام اور طبی حکمتیں

قرآن مجید سائنس کی کتاب ہے نہ میڈیکل سائنس کی۔ بلکہ وہ انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ انسان کو ہر پہلو سے رہ نمائی کی ضرورت ہے چنانچہ قرآن نے ہر پہلو سے اس کی رہ نمائی کی ہے۔ اس میں توحید، عبادات، معاملات، تعلقات حتیٰ کہ اکل و شرب کے احکام وارد ہیں۔ انسان سے کہا گیا ہے کہ وہ ان احکام کی پابندی کریں اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ دوسری صورت میں اس کے لیے خسران ہی خسران ہے، جو دنیا میں بھی لاحق ہوگا اور آخرت میں بھی۔ آخرت کے نقصان کوئی الحال نظر انداز کیا جاتا ہے۔ قرآنی احکام کی تعمیل یا عدم تعمیل سے انسان پر دنیا میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جدید سائنسی انکشافات نقل کیے جا رہے ہیں جن سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوگا کہ قرآن اور سائنس میں کتنی ہم آہنگی ہے اور اس کے احکام میں کتنی حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہیں اور دوسری طرف قرآن کتاب ہدایت

ہونے کے اعتبار سے انسانیت کی کتنی بڑی ضرورت ہے جس کو مستشرقین خود بھی ٹھکرا رہے ہیں اور اپنے اعتراضات کے ذریعہ دوسروں کو ٹھکرا دینے کی تلقین کر رہے ہیں۔

## ایمان اور ذہنی سلامتی

عقیدہ توحید قرآن مجید کا سب سے بنیادی موضوع ہے۔ قرآن میں بار بار انسان کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر قائم کرے اور شرک، کفر اور الحاد سے پرہیز کرے ورنہ اسے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرُ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيٰ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر: ۱-۳)

”زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔“

اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان راست بازی اور صالحیت کی بنیاد ہے جب کہ ایمان کے نہ ہونے سے مایوسی، محرومی، بد نصیبی اور حیرانی کی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ علم نفسیات کے ماہرین نے انکشاف کیا ہے کہ انسان میں سب سے زیادہ اثر پذیر جذبہ خوف ہے۔ انسانی وجود میں خوف کا عنصر اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ بہت سی حیاتیاتی علتیں اور خرابیاں خوف سے پیدا ہوتی ہیں۔

اللہ پر ایمان نہ رکھنے والے شخص کے لیے دو شدید خوف ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلا خوف موت اور تباہی کا ہوتا ہے اور دوسرا مستقبل کے خدشات ہوتے ہیں۔ جن کے اندر یہ دونوں خوف کی صورتیں موجود ہوں وہ ایک قسم کے ناقابل برداشت ذہنی اضطراب میں مبتلا رہتا ہے اور ان کی وجہ سے مختلف قسم کی نفسیاتی الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر طرح طرح کے جسمانی عوارض، جیسے السر، تشنج، ہیجان حتیٰ کہ کینسر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کے اندر ایک ایسی افراتفری کی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ اس کا حوصلہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ مسلسل دکھ درد کے

احساسات میں جلتا رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بھروسہ یا اعتماد کا جذبہ ہے جو صرف ایمان کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ ایک ایمان والا چاہے وہ انتہائی بد حالی اور مشکلات کا شکار ہو لیکن اس کے اندر کبھی حوصلہ شکنی نہیں پیدا ہوتی ہے۔ جب کہ ایک بے ایمان شخص ہر وقت جھوٹے سہارے کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور وہ خوف اور مختلف خدشات سے بچنے کے لیے مال و دولت کا پیچھا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اسے اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا ہے اور وہ خسارے کا شکار ہوتا ہے۔

انسان کے اندر دوسرا اہم جذبہ جو اس کے طرز عمل پر اثر انداز ہوتا ہے نفرت، کینہ اور حسد کا جذبہ ہے۔ اور یہ بھی بے ایمانی کے نتیجے میں فروغ پاتے ہیں اور ایسا شخص اچھے اخلاق اور مخلص عمل کی برکات سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ انسانی جسم کی سائنسی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ جسمانی ساخت کا نظام بڑی حد تک ہارمون (HORMONES) اور ہارمون پیدا کرنے والے غدود (ENDOCRINE) کے نظام سے منسلک ہے۔ بہت سے اہم اعمال جیسے خون کی شریانوں کے چوڑا ہونے سے لے کر بھوک تک کا عمل اسی نظام پر اثر پذیر ہوتے ہیں۔ جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ مختلف جذبات بھی اس نظام پر اثر انداز ہوتے ہیں اور بہت سے عمل جو صحت کے لیے ضروری ہیں منفی جذبات مثلاً خوف، نفرت اور حسد وغیرہ کی صورت میں اس نظام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ جب کہ مثبت جذبات مثلاً اعتماد اور بھروسہ وغیرہ اس نظام کو بہتر طور پر عمل کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ آج پوری دنیا میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگ کس طرح ذہنی انتشار کا شکار ہیں اور اس کے نتیجے میں مختلف جرائم رونما ہو رہے ہیں اور وہ خود تباہی کے دہانے تک پہنچ چکے ہیں۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق مغربی ممالک (جو ترقی یافتہ بھی ہیں) کے تیس فیصد نوجوان ذہنی انتشار کے شکار ہیں اور منشیات کے سہارے جی رہے ہیں۔ لیکن کیا ان کو یہاں بھی پناہ مل رہی ہے۔ آئیے ذیل میں اس تعلق سے بھی قرآن کا مطالعہ کریں۔

## شراب، میڈیکل سائنس اور قرآن (۵)

قرآن میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے اور بتایا گیا کہ شراب میں بعض فائدے بھی ہیں لیکن اس کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں زیادہ ہے۔



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ  
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (البقرہ: ۲۱۹)

”پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہو: ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ

ان میں لوگوں کے لیے منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔“

آئیے ذیل میں شراب سے متعلق میڈیکل سائنس کی تشریحات کا مطالعہ کریں اور

دیکھیں کہ قرآن مجید نے اس کے جن نقصانات کا ذکر کیا ہے وہ کیا کیا ہیں۔

اس سے پہلے کہ شراب کے انسانی صحت پر زہریلے اثرات کا پوری طرح سے جائزہ لیا

جائے۔ ہمیں اس کے کیمیاوی اجزاء کے متعلق تھوڑا بہت ادراک حاصل کر لینا چاہیے۔

علم کیمیا (CHEMISTRY) کی رو سے ہمیں یہ معلوم ہے کہ الکحل (شراب) گلانے یا

حل کرنے کے لیے ایک طاقت ور محلول ہے بطور خاص چربی کے لیے، غذائی اصطلاحات میں یہ

حل کرنے والی چیز نہیں بلکہ توڑ پھوڑ کے عمل سے عبارت ہے۔ دوسرے لفظوں میں بنیادی خوراک

یعنی شکر کو بکٹیریا یا جراثیم کے ذریعہ ہضم کرنے کے سلسلے میں پیدا ہونے والی یہ ایک کیمیاوی ذیلی

خوراک (BYPRODUCT) ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر شراب انسانی جسم کے لیے ایک نقصان دہ

کیمیکل مانا گیا ہے اور انسانی جگر اس کو فوراً توڑ دیتا ہے یعنی اس کی زہر آلودگی کو ختم کرنے میں لگ

جاتا ہے اس عمل کو (DEOXYIFIED) کہتے ہیں۔ چنانچہ شراب یا الکحل کی یقیناً کوئی غذائی اہمیت

نہیں ہے، جس کا دعویٰ اس کے رسیا اکثر و بیش تر کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ جسم کے اندر پہنچتی ہے

تو دوسری ہر قسم کی خوراک کے برعکس کنٹرول سے باہر خامروں کی تبدیلی (METABOLIZED) یا

ہضم ہو جاتی ہے۔ صرف یہی ایک ظاہری فائدہ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے۔

اب ہم شراب یا الکحل کے انسانی جسم پر اثرات کی طرف آتے ہیں۔

(الف) شراب کا نظام ہضم پر اثر

اس کا سب سے پہلا بڑا اثر منہ سے شروع ہوتا ہے۔ عام طور پر منہ کے اندر ایک

خاص قسم کا زندہ ماحول (FLORA) ہوتا ہے، جو ایک لعاب کی صورت میں ہے۔ نقصان دہ جراثیم کے لیے اس ماحول میں زندہ رہ جانا بے حد مشکل ہوتا۔ مگر چونکہ شراب کی وجہ سے اس ماحول کی قوت بتدریج کم ہوتی جاتی ہے اس کا نتیجہ مسوڑھوں میں زخم (INFECTION) اور سوجن کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ شراب کے عادی لوگوں کے دانت بہت تیزی سے خراب اور فرسودہ ہو جاتے ہیں۔ منہ کے بعد گلے اور خوراک کی نالی (ESOPHAGUS) کی باری آتی ہے۔ یہ دونوں اعضاء ایک دوسرے سے ملحق ہوتے ہیں۔ یہ نہایت مشکل کام سرانجام دیتے ہیں اور ان پر نہایت حساس استر (MUCUS MEMBRANCE) کی تہہ ہوتی ہے۔ شراب کے اثر سے اس حساس تہہ پر بُرا اثر پڑتا ہے اور جلن کا باعث ہوتی ہے، نتیجتاً ان دونوں اعضاء کے اندر ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے ان اعضاء کے سرطان (کینسر) کی وجہ شراب ہی بیان کی جاتی ہے۔ درحقیقت وہ ادارے جو سرطان جیسے موذی مرض کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں ۱۹۸۰ء کے بعد سے شراب کے خلاف دور رس اور سنجیدہ اقدام کرتے رہے ہیں۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ شراب کی وجہ سے معدے کی خطرناک بیماریاں جیسے (GASTRITIS) پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ یہ خون میں موجود لیپڈ (LIPID) جو ایک خاص قسم کی چربی ہوتی ہے اس کے استعمال سے تحلیل ہو جاتی ہے۔ یہ یعنی لیپڈ ایک طرح کی حفاظتی تہہ مہیا کرتا ہے جس پر تیزابیت یعنی ہائیڈروکلورک ایسڈ کا نقصان دہ اثر نہیں ہوتا۔ اسی تہہ کی وجہ سے معدہ خود اپنے آپ کو ہضم نہیں کر سکتا۔ اگرچہ فی الحال یہ پوری طرح ثابت نہیں ہوا کہ جس طرح شراب گلے اور خوراک کی نالی میں سرطان کا ذریعہ بنتی ہے معدے کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن اس خیال کو تقویت حاصل ہوتی جا رہی ہے کہ معدے کے سرطان میں بھی شراب کی کارستانی ہوتی ہے۔

شراب کا سب سے زیادہ نقصان دہ اثر بارہ انگشتی آنت (DEDENUM) پر ہوتا ہے۔ اس جگہ نہایت نازک کیمیائی اثرات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ شراب اس کی اس خاصیت کو متاثر کرتی ہے جو مخصوص ہاضم لعاب خارج کرنے کی صلاحیت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کی کیمیائی حساسیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہاضمہ کے لیے اس اہم راستے کی تباہی کے بعد شراب جگر سے

پیدا ہونے والے ہاضم لعاب (BILE) کے اخراج پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ تمام شرابیوں کی بارہ انگشتی آنت اور پتہ کی جھلی ہمیشہ بیماری کا شکار ہوتی ہیں۔ یا ان کا کام اکثر صحیح نہیں ہوتا۔ یہ حالت ہر شرابی کو گیس اور بد ہضمی کے ذریعہ مصیبت میں ڈالے رکھتی ہے۔ معدے کی یہ تکالیف آنتوں پر بھی اثر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ نظام ہضم کا کمپیوٹر کی طرح کام کرنے والے نظام کی حسن ترتیب اور ہم آہنگی بھی تہس نہس ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ایک صحت مند انسانی جسم ہر اس چیز کو ہضم کر لیتا ہے جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے مگر یہ نظام ہضم کو خاص قسم کی ہدایات جاری کرنے سے ہوتا ہے۔ مگر زیادہ اور مستقل طور پر شراب پینے والوں کے معاملے میں یہ کنٹرول ختم ہو جاتا ہے اور ہضم کرنے کا عمل بلا روک ٹوک بغیر کسی تمیز کے جاری رہتا ہے، اس کا نتیجہ موٹاپے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ بے تحاشا ہضم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا کہ خلیوں کی درمیانی جگہ (INTERSTICES) میں چربی کا ذخیرہ کرنا شروع کر دے۔ درحقیقت چربی کی یہ کثیر مقدار دل کے پٹھوں کے نظام پر مایو کارڈک ٹیشو (MYOCARDIC TISSUE) پر چھا جاتی ہے اس طرح دل کی خطرناک قسم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔

شراب کا سب سے زیادہ خراب اثر وہ ہے جو وہ جگر پر کرتی ہے۔ انسانی جگر وہ حساس لیبارٹری ہے جو شراب کے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے سالمے کو زہر کی طرح محسوس کرتا ہے۔ جگر پر شراب کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے:

- ۱- شراب خوری کی صورت میں جگر کے خلیے الکل ختم کرنے کی ذمہ داری میں پوری طرح مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے دوسرے کاموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔
- ۲- جگر کے کیمیاوی عمل جو ایک سے ایک بڑھ کر حساس ہوتے ہیں۔ شراب کے بلا روک ٹوک اثر کے تحت درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جگر کو ایک ہی عمل بار بار دہرانا پڑتا ہے اور اس طرح بے پناہ، مسلسل اور بلا ضرورت محنت اور مشقت سے جگر کی کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔

یہ اثرات جگر کے لیے خطرناک نتائج پیدا کرتے ہیں۔ ان اثرات میں زیادہ مشہور جگر کا سکڑنا (CYRHOISIS) ہوتا ہے۔ جو اس کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ جگر کی بربادی مکمل ہو چکی ہے۔ زیادہ

خطرناک ممکنات میں سے یہ بھی ہے کہ شراب کا استعمال ایک ایک کر کے جگر کے تمام فعلوں کو تباہ کر دے۔ ان فعلوں میں پہلا فعل وہ ہے جس میں جگر ان اجزاء کو پیدا کرتا ہے جس سے خون کا عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چونکہ جگر ان اجزاء کو پیدا نہیں کر سکتا یا اس کی پیداوار بہت زیادہ کم ہو جاتی ہے، تمام عادی شرابی اندر سے کمزور (ANAEMIC) ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے چہرے خون کی نالیوں کے بڑھنے یا کھلنے کی وجہ سے تو مند نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی ہڈیوں کے گودے (BONE MARROW) تباہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ یعنی درحقیقت خون کی پیداوار کا عمل ختم یا بے حد کم ہو چکا ہوتا ہے۔ مزید برآں جگر کی وہ استطاعت جس کی وجہ سے جسمانی تحفظ کے اعضا جیسے مختلف قسم کے گلوبین بالخصوص امیونو گلوبولین (IMMUNO GLOBULIN) بنتے ہیں۔ شرابیوں میں خطرناک حد تک کم ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں بیماریوں کے خلاف مدافعت کم سے کم ہو جاتی ہے۔ شراب بعض اوقات جگر کے فعل کے اچانک رک جانے کی وجہ بھی بن جاتی ہے اس صورت میں ایک شرابی بے ہوشی کے عالم ہی میں مر جاتا ہے اسے جگر کا دیوالیہ پن یا (BANKRUPTCY) کہتے ہیں۔ جگر کے سلسلے میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں اس پر شراب کے نقصان وہ اثرات کا ثبوت نہ ملتا ہو۔ اس نکتہ کو اس سے زیادہ شدت سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

### (ب) شراب کا خون کے دوران کے نظام پر اثر

خون کے دوران پر شراب کا اثر دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک تو جگر پر اثر کے ذریعہ بالواسطہ ہوتا ہے۔ دوسرا دل کی بافتوں جنہیں مایو کارڈک ٹیشو (MYOCARDIC TISSUE) کہتے ہیں پر بلا واسطہ اثر کے ذریعہ جگر، جو خون میں چربی کی خوراک کو تحلیل کرنے میں سب سے اہم عمل کرتا ہے، اس میں ضعف اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں خون لے جانے والی نسیں سخت ہو جاتی ہیں جسے (ARTEPIOSGLEROSIS) کہتے ہیں۔ اس سے فشارِ خون بلڈ پریشر (HYPER TENSION) کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف الکحل (شراب) کی تیزی سے جل جانے کے عمل سے، خون کے بہاؤ کے مخصوص طریق، جسے ہم خون کے بہاؤ کی رفتار کہتے ہیں، میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے دل کی تھکان واقع ہو جاتی ہے۔ مزید برآں شراب کی



وجہ سے دل میں چربی کے ذرات جمع ہو جاتے ہی اور اعصابی نظام پر نقصان دہ اثر کے ذریعہ دل کے عمل میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عادی شرابی بالآخر یا تو جگر کے فعل میں خلل (CYRROSIS) کی وجہ سے یا ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے اپنے خاتمے کو پہنچتا ہے۔

وہ شخص جو دل کے عارضے میں مبتلا ہو اس کے لیے شراب کا ایک قطرہ لینا بھی ایسا ہے جیسے اُسے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں اور نہ ہی اسے اپنے جسم کے کسی عضو کے نقصان کی پروا ہے۔ شراب کے رسیا کچھ لوگوں کے یہ بھی خیالات ہیں کہ تھوڑی اور مناسب مقدار میں شراب پینے سے دل کے تشنج یا دورے میں افاقہ ہوتا ہے۔ یہ بادی النظر میں شراب کے فوائد میں سے ایک نظر آتا ہے۔ مگر سائنسی طور پر اس خیال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اگرچہ طبی تحریروں میں اس قسم کی کوئی تجویز موجود نہیں ہے لیکن بد قسمتی سے بہت سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اس کے برعکس سوچتے یا محسوس کرتے ہیں۔

انسانی گردے جنہیں دوران خون کے نظام کا آخری مقام سمجھا جاتا ہے ان کو بھی شراب کے استعمال سے سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ گردے انتہائی حساس کیمیائی جوہر کی ملاپ (VALENCE) کے مقام پر چھلنی کا کام دیتے ہیں۔ لیکن شراب (الکحل) اس نازک عمل کو بھی تہہ و بالا کر دیتی ہے۔ یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ شرابیں جن میں الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے گردوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ زیادہ مقدار میں شراب (BEER) پینے والوں کے گردے اکثر خراب ہوتے ہیں۔

لمف والے (LYMPHATIC) نظام کی انسانی جسم میں بے حد اہمیت ہے۔ اس نظام کی خون والی نالیاں شراب کے ہاتھوں ناقابل علاج نقصان اٹھاتی ہیں۔ اس لیے کہ چربی والے نامیاتی مرکب لیپڈ (LIPID) کا اس نظام میں ایک بہت اہم مقام ہوتا ہے شراب کا نقصان دہ اثر، اس حیران کن حد تک حفاظت بہم پہنچانے والے نظام کو برباد کر دیتا ہے۔

اگر اللہ جل شانہ نے، جیسا کہ مختلف آیات میں فرمایا گیا ہے، اپنی عنایات کے ذریعے انسانی زندگی کو حفاظت کے دیگر طریقوں سے گھیرا ہوا نہ ہوتا تو ہمیں مزید صراحت سے نظر آتا کہ شراب کس قدر زیادہ نقصان دہ ہے۔

## (ج) شراب کا اعصابی نظام پر اثر

شراب عصبی خلیوں کی اس باریک جھلی میں داخل ہو جاتی ہے جو نامیاتی چربی جیسے مرکب یعنی لیپڈ (LIPID) کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اس طرح اس نظام کے برقی رابطہ (ELECTRICAL COMMUNICATION) میں خلل اندازی کرتی ہے۔ یہ خراب اثر دو مختلف ذریعوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا پہلا اثر نشے کے اچانک حملہ کی صورت میں ہوتا ہے۔

لیکن اس کا دیر پا اثر بہت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ شراب اعصابی نظام کو روز بروز نقصان پہنچاتی ہے، جس سے کئی اقسام کی بیماریاں لگنا شروع ہو جاتی ہیں۔ مزید برآں اگرچہ شروع شروع میں شراب کا خراب اثر غیر معمولی یا غیر واضح بھی ہوتا ہے اس کے دیر پا خراب اثرات شروع ہی سے مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کے یہ دعوے کہ ”مجھے تو شراب سے نشہ نہیں چڑھتا۔ مجھ پر شراب کا اثر نہیں ہوتا“ محض طفل تسلی اور خود فریبی ہے۔

شراب کے برے اثرات جوانی اور بطور خاص بچپن میں بے حد زیادہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر معلوم بیماریوں، جیسے ہذیان (DELIRIUM) کپکی (TREMBLE) پلائینورائٹس (PLYNEURTIS) اور کورساکوف کے مجموعہ علامات (KORSAKOF SYNDROME) شراب کی کارستانیوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کا بُرا اثر اعصابی نظام کے مراکز پر ناقابل علاج حد تک ہوتا ہے۔ الفاظ کا بھولنا (AMNESIA) اور ہاتھوں کا رعشہ اس اعصابی نقصان کی نشانیاں ہوتی ہیں۔

شراب جس میں چربی پگھلانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ تخلیقی خلیوں (REPRODUCTIVE CELL) میں داخل ہو کر ان کو بے حد نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی عام فہم مثالوں میں نئی نسل کی ذہانت میں کمی اور ناقص بالیدگی (DYSTROPHY) شامل ہیں۔ بہت سے مطالعہ جات اور سروے یہ حقیقت ظاہر کرتے جا رہے ہیں کہ ذہنی طور پر غمی بچوں کے والدین اکثر و بیشتر شدید قسم کی شراب نوشی کرتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شراب عورت کے تخم (OVUM) اور بیضہ حیات (EGG CELL) کے خلیے کو بہت آسانی سے نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرابی ماؤں کے بچے اکثر موروثی طور پر دماغی یا قلبی صدمے (SHOCK) یا جھٹکے کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شرابی باپ

کی طرف سے ایسے واقعات کی تعداد میں فیصد سے زیادہ تک ہوتی ہے۔

### (د) شراب کا معاشرتی نفسیات پر اثر

یہ حقیقت بار بار ثابت ہو چکی ہے کہ کس طرح شراب معاشرتی تعلقات اور استحکام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ سطور ذیل میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

۱- شرابیوں میں زور درنجی یا غصے کے فوری حملے، ان کو معاشرے میں لا تعداد تنازعات میں الجھائے رکھتے ہیں۔

۲- لا تعداد متواتر طلاقیں معاشرے کے بنیادی ڈھانچوں کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں اور نتیجتاً مجرمانہ ذہنیت کے حامل بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے تمام معاشرہ خطرناک حد تک متاثر ہوتا ہے۔

۳- مختلف قسم کے کام کرنے والے مزدوروں اور کاریگروں پر شراب کی وجہ سے بے دلی اور کاہلی کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ان کی کارکردگی اور مہارت پر بُرا اثر پڑتا ہے جس کا آخری نقصان معاشرے کو پہنچتا ہے۔

۴- شراب کی وجہ سے انسانوں میں ایک دوسرے کی طرف غیر ہمدردی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قومی تفکر، معاشرتی اتحاد اور معاشرتی مسائل کے خلاف جدوجہد کا جذبہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔

### سائنس کو قرآن کا چیلنج

قرآن کے علمی اعجاز میں صرف یہ بات شامل نہیں ہے کہ قرآنی آیات سائنسی انکشافات سے ہم آہنگ ہیں۔ بلکہ قرآن کے علمی اعجاز کا اصل پہلو یہ ہے کہ قرآن نے خود سائنس کو چیلنج کیا ہے کہ وہ ان حقائق کا جواب دے جن کو وہ بیان کر رہا ہے اور اگر سائنس ان کے جواب سے قاصر ہو تو اس کو ماننا چاہیے کہ قرآن ایک آفاقی کتاب ہے جس تک ابھی سائنس کی رسائی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔

قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں لیکن اختصار کی غرض سے یہاں چند آیتوں کی

طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دعویٰ کیا ہے کہ اس نے اس ساری کائنات کی تخلیق کی اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے اس کی معاونت کی ہے۔ اس کائنات میں بنیادی طور پر دو چیزیں پائی جاتی ہیں ایک مادہ (MATTER) دوسری چیز زندگی (LIFE) ہے۔ مادہ کی تعریف میں آسمان و زمین بھی شامل ہے اور ایک ذرہ بھی۔ اور زندگی کی تعریف میں بڑے سے بڑے جاندار بھی شامل ہیں اور ایک معمولی بیکیٹیریا بھی۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر اس کائنات میں کسی کو کوئی عمل دخل ہو تو کم از کم وہ ایک مکھی ہی پیدا کر کے دکھا دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِّثْلَ مَا سَمِعْتُمْ لَهْطِ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ط (الحج: ۷۳)

”لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے

ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔“

سائنس کی دنیا میں ابھی کچھ عرصہ قبل تک سمجھا جاتا تھا کہ زندگی کی نمو کسی بھی کرہ پر ایک خاص درجہ حرارت پر ہو سکتی ہے۔ مگر موجودہ سائنسی تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ کسی کرہ کے لیے زندگی کے لیے سازگار ماحول (فضا) کا حصول ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر زمین میں جو زندگی پائی جاتی ہے وہ یہاں کی سازگار فضا کی وجہ سے ہے لیکن اگر اسی میں تھوڑا خلل واقع ہو جائے تو یہاں بھی زندگی ناپید ہو جائے گی۔ جیسے سورج زمین سے جتنے فاصلہ پر ہے اگر اس میں تھوڑی سی بھی کمی یا بیشی ہو جائے تو دونوں صورتوں میں زمین پر زندگی ختم ہو جائے گی۔

سائنس کے لیے قرآن کا چیلنج ہے کہ وہ ایک معمولی چیز مکھی کی از خود تخلیق کر کے دکھا دے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتی تو وہ تسلیم کرے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، جو کائنات کی حقیقتوں کو کھول رہا ہے۔

۲۔ موجودہ دور میں طب اور میڈیکل سائنس نے کافی ترقی کر لی ہے۔ بڑی سے بڑی بیماری کا علاج کر لیا جاتا ہے حتیٰ کہ انسانی اعضاء کو چیر پھاڑ کر ان کو تبدیل کر لیا جاتا ہے لیکن



میڈیکل سائنس ان تمام ترقیوں کے باوجود موت کے سامنے عاجز ہے۔ قرآن نے ایک بہت ہی آفاقی اصول بتایا ہے کہ موت کا علاج ممکن نہیں ہے اور ہر تنفس کو ایک نہ ایک دن موت سے ہم کنار ہونا ہے۔ سائنس اگر سمجھتی ہے کہ قرآن کی یہ بات سچ نہیں ہے تو موت کا علاج وہ تلاش کر کے لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ  
مُشِيدَةً

(النساء: ۷۸)

”جہاں بھی تم رہو موت بہر حال تمہیں آ کر رہے گی، خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ فَادْرَأْوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

(آل عمران: ۱۶۸)

”کہو ان سے اگر تم اپنے قول میں سچے ہو، تو خود تمہاری موت جب آئے اسے ٹال کر

دکھا دینا۔“

۳۔ سائنسی ترقی کا ایک مظہر خلا نوردی بھی ہے۔ سوڈیٹھ سو سال پہلے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ چاند پر بھی حضرت انسان قدم رنجہ ہوں گے لیکن خلائی سائنس کی ترقی نے نہ صرف چاند بلکہ چاند سے اربوں کلومیٹر دور سیاروں تک انسان کی رسائی و لاد دی ہے۔ ابھی پچھلے دنوں مرتخ پر پاتھ فائنڈر کے اترنے کی خبر کا خوب چرچا تھا اور اس کے بعد سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ انسان کے لیے یہ دور دراز سیارے اور ستارے گزر راہ ہیں اور انسان جہاں تک چاہے پہنچ سکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ آسمان کی سرحدوں کو پار کر سکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَمْعَشِرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝

(الرحمن: ۳۳)

”اے گروہ جن و انس، اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو

تو بھاگ کر دیکھو۔ نہیں بھاگ سکتے۔ اس کے لیے بڑا زور چاہیے۔“

بلاشبہ مرتخ تک رسائی انسان کی ایک بڑی کامیابی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مرتخ نظام شمسی ہی کا ایک سیارہ ہے اور کائنات میں نظام شمسی کی حیثیت کاغذ کے ایک صفحہ پر ایک نقطہ کے برابر ہے۔ جب کہ کائنات میں اربوں کہکشاں ہیں اور ہر کہکشاں میں اربوں کھربوں ستارے اور سیارے موجود ہیں۔ سائنس دانوں نے بیان کیا ہے کہ روشنی کی رفتار سے اگر سفر کیا جائے تو کائنات کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچنے میں دو سو ارب نوری سال لگیں گے۔<sup>(۶)</sup>

اب اس بات کے حوالے سے غور کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کتنی بڑی حقیقت کو بیان کر رہا ہے۔ جو اپنی حقانیت کی خود ایک دلیل ہے۔

۴۔ قرآن میں قیامت کا تذکرہ بار بار کیا گیا ہے کہ ایک دن یہ کائنات درہم برہم ہو جائے گی اور سارے سیارے اور ستارے ایک دوسرے پر گر پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ۝ (الکوثر: ۱، ۲)

”جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝

(الانفطار: ۱، ۲)

”جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے۔“

سائنس دانوں نے بھی یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ ایک دن یہ کائنات ختم ہو جائے گی۔

اس کے اندر جتنے کہکشاں، سیارے اور ستارے ہیں وہ سب ناکارہ ہو کر رہ جائیں گے، پوری کائنات کا درجہ حرارت ایک ہو جائے گا، نہ روشنی رہے گی، نہ زندگی اور نہ حرارت۔ تو انائی کا وجود ختم ہو جائے گا اور سارے اسباب و علل بے معنی ہو جائیں گے اور پھر وقت اور زماں کی بھی کوئی سمت نہیں رہے گی۔ تو سوال یہ ہے کہ سائنس نے جب اس حقیقت کو دریافت کر لیا ہے تو اس کا

متعینہ وقت کیوں نہیں وہ بتاتی ہے کہ کب ایسا ہوگا؟ قرآن کہتا ہے کہ یہ بتانا ممکن بھی نہیں ہے کیوں کہ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي  
الْأَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِي  
نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (لقمان: ۳۴)

”قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پارہا ہے، کوئی تنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے، اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سر زمین میں اس کی موت آئی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔“

اس طرح دیگر آیات میں اور بھی بہت سے سائنسی چیلنج موجود ہیں لیکن طوالت کے خوف سے ان کو نہیں بیان کیا جا رہا ہے۔ خلاصہ بحث یہ کہ قرآن فصاحت و بلاغت سے لے کر مضمون و مواد تک ہر اعتبار سے معجزہ ہے اور اس کا مثل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ محمد (ﷺ) کی تصنیف نہیں بلکہ ایک عالم غیب ذات کی طرف سے اتارا ہوا ہے اور قرآن دعوت دیتا ہے کہ اس ذات پر ایمان لایا جائے اور ان حقیقتوں کو تسلیم کیا جائے تاکہ دنیا اور آخرت میں انسانیت کو بھلائی نصیب ہو۔ قرآن کے نزول کا مقصد یہی ہے کہ انسانیت تباہی سے بچ جائے۔

## مستشرقین کے بعض دیگر اعتراضات کے جوابات

مستشرقین نے قرآن پر جو مختلف اعتراضات کیے ہیں ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کو غیر الہی کتاب ثابت کیا جائے۔ اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ان شاء اللہ یہ بات ثابت ہو چکی ہوگی کہ یہ قرآن غیر الہی کتاب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہے اور اب اس کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی دوسری کتاب اترنے والی نہیں ہے (فبای حدیث بعدہ یومنون) جہاں تک ان کے اور دوسرے اعتراضات ہیں تو ان کے جوابات یہ ہیں۔

## اللہ، توحید اور عقیدہ آخرت پر اعتراض کا جواب

اللہ تعالیٰ کے بارے میں مستشرقین نے جو نکتہ آفرینیاں کی ہیں وہ خلطِ مبحث کی ایک نادر مثال کہی جاسکتی ہے۔

اللہ کے بارے میں مستشرقین کے اقوال و استشادات سے یہ بات مزید کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ کا تصور ہر دور اور ہر قوم میں موجود رہا ہے، ممکن ہے بابل میں اللہ کو "الات" (AL-LATU) اور یونانی میں (OOEDS) کہا جاتا ہو اور وہی نام آگے چل کر وہاں کی دیوی دیوتاؤں کے لیے بھی مستعمل ہونے لگا ہو۔ کیوں کہ قرآن میں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور اور ہر قوم میں نبی بھیجے ہیں لہذا بابل اور یونان میں ان کی آمد سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قَضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ  
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝  
(یونس: ۴۷)

”ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آجاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے۔ اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا ہے۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۗ (ابراہیم: ۴)  
”ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے، تاکہ وہ انھیں اچھی طرح کھول کر سمجھائے۔“

عقیدہ توحید سے متعلق اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ایک نیا دین اور ایک نیا تصورِ خدا لے کر آئے ہیں۔ انھوں نے اس خدا کی وحدانیت کی دعوت دی جس کی طرف جملہ انبیائے کرام نے دعوت دی تھی۔ قرآن کا اعلان ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ



(آل عمران: ۱۳۴)

”محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ  
وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ  
وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ  
مِّنْهُمْ ۗ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

(البقرہ: ۱۳۶)

”مسلمانو! کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔“

ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔“

یہ پیغمبروں میں وحدت دعوت و دین کی مثال ہے۔ عرب کے مشرکین میں بھی خدا

کا تصور موجود تھا باوجود اس کے کہ وہ سینکڑوں بتوں کو پوجتے تھے تاہم وہ اس بات کو مانتے تھے کہ آسمان و زمین اور خود ان کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ یہ تصور ان کی اپنی دریافت نہیں تھی بلکہ گزشتہ نبیوں کی تعلیمات اپنے دھندلے نقوش میں موجود تھیں اور یہ انہی کا اثر تھا اور جو ان لوگوں کے ذہن سے اب وہ تعلیمات محو ہوتی جا رہی تھیں انہی کی یاد دہانی کے لیے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ عرب کی سر زمین میں مبعوث کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۝

(الزمر: ۳۸)

”ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ خود

کہیں گے کہ اللہ نے۔“

پھر کیا وجہ تھی کہ وہ سینکڑوں بتوں کے سامنے سر نیاز ختم کرتے تھے۔ اس کی توجیہ

مشرکین نے اس کی طرح ہے:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا  
إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۖ

(الزمر: ۳)

”وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (ان کا کہنا ہے کہ)

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔“

آخرت کے بارے میں مستشرقین کا یہ کہنا کہ قرآن دنیا سے روگردانی کا حکم دیتا ہے تو

ان کا یہ کہنا بجا ہے۔ قرآن نے اس کی تعلیم دی ہے کہ آدمی دنیا حاصل کرنے سے زیادہ آخرت کی

فکر کرے کیوں کہ یہ زندگی چند روزہ ہے اور وہ سدا رہنے والی زندگی ہے۔ یہ تعلیم مستشرقین کے لیے

نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے لیے ہے جو خدا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ مستشرقین اور دنیا

طالبوں کے لیے اس کی آزادی ہے کہ وہ جتنا چاہیں یہاں موج مستی کر لیں کیوں کہ آخرت میں

ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ  
يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ  
نَصِيبٍ ۝

(الشوریٰ: ۲۰)

”جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے اس کی کھیتی کو ہم بڑھا دیتے ہیں، اور جو دنیا کی کھیتی

چاہتا ہے اسے دنیا ہی میں سے دیتے ہیں۔ اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔“

## عرش، لوح، میزان اور تخلیق آدم پر اعتراض کا جواب

عرش، کرسی، لوح محفوظ، میزان، تخلیق آدم، فرشتے، اللہ کی ربوبیت کے بارے میں

ذریت آدم کی گواہی اور جنت و جہنم یہ ایسی چیزیں ہیں جن پر صرف ایمان لایا جاسکتا ہے ان

کا مشاہدہ کرایا جاسکتا ہے نہ قرآن سے بڑھ کر ان کی حقانیت کی دلیل پیش کی جاسکتی ہے: فَمَنْ

شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (پس جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے)۔

جہاں تک ان کا یہودی ذرائع سے ماخوذ و مستفاد ہونے کی بات ہے تو یہودی قوم میں آئے ہوئے

نبیوں نے بھی ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جو ان کی روایتوں میں محفوظ ہیں۔ یہ تو قرآن مجید کی حقانیت

کی مزید دلیل ہے۔ پھر ان کے تسلیم کرنے میں کون سی بات مانع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا  
عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ۝

(الانعام: ۱۱۱)

”اگر ہم فرشتے بھی ان پر نازل کر دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور دنیا بھر کی چیزوں کو ہم ان کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے، تب بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے، الایہ کہ مشیت الہی یہی ہو (کہ یہ ایمان لائیں) مگر اکثر لوگ نادانی کی باتیں کرتے ہیں۔“

## آسمان وزمین کے سات طبق، قرآن اور سائنس

آسمان وزمین کے سات طبق ہیں، یہ قرآن کا بیان ہے۔ اس کا مطلب ہے کائنات لامحدود وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ جدید فلکیاتی سائنس بھی اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ کائنات کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ ایک فلکیاتی سائنس داں پیٹر ایم مل مین (PETER M. MII MAN) لکھتے ہیں کہ اگر بڑی سے بڑی دور بین سے دیکھا جائے تو آسمان پر نظر آنے والے تاروں سے بھی زیادہ کہکشائیں (Galaxies) نظر آئیں گی۔

مونٹی ولسن کیلیفورنیا کی رصد گاہ میں نصب شدہ دوسواچ کی دور بین سے تقریباً ایک ارب کہکشائیں وقت واحد میں ۳ کے بعد ۲۲ صفر میل کے فاصلے کے اندر دکھائی دیتی ہیں۔ جدھر بھی آپ دور بین کو موڑیے یہی حال ہوگا۔

ان کہکشاؤں کا احاطہ بھی کچھ معمولی نہیں ان کے قطر ۱۰ ہزار نوری سال یا ۶ کے بعد ۱۶ صفر میل سے لے کر ایک لاکھ نوری سال یا ۶ کے بعد ۱ صفر میل ہے۔ ۲ کہکشاؤں کے درمیان کا فاصلہ بھی ہزاروں لاکھوں نوری سالوں کا ہوتا ہے۔

تاروں کے مجموعہ اور دخانی مادوں کو کہکشاں (GALAXY) کہا جاتا ہے۔ ایک کہکشاں میں منجملہ ایک کھرب یعنی ایک کے بعد گیارہ صفر سے بھی زائد تارے ہوتے ہیں۔ ان کا مجموعی مادہ تقریباً ایک کھرب سورجوں کے مادہ کے برابر ہے۔ ہمارا سورج زمین سے ۱۴ لاکھ گنا بڑا ہے اور

زمین کو اگر مٹی کا ڈھیر سمجھ لیا جائے اور روزانہ پانچ ارب انسان فی کس ایک ٹن مٹی دوسری جگہ منتقل کرنے لگیں تو تین ارب سال لگیں گے۔

جن کہکشاؤں کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف دھوؤں اور تاروں کا ڈھیر ہی نہیں بلکہ ان میں رفتار بھی ہے جو لاکھوں سے لے کر کروڑوں کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے فضا کے بسط میں دوڑ رہی ہیں (۷) ان ساری باتوں سے کائنات کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جب کہ قرآن کے مطابق یہ دنیاوی آسمان کے نیچے کی وسعت کا حال ہے جب کہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان اور دوسرے سے تیسرے آسمان تک علیٰ ہذا القیاس ساتوں آسمانوں کے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی کہ زمین سے پہلے آسمان کی دوری نظر آتی ہے (۸) سائنس اور سائنس داں کو جب یہ بات تسلیم ہے کہ کائنات لامحدود وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کا آخری کنارہ کہاں ہے اس کا علم اس کے پاس نہیں ہے تو سات آسمانوں کے قرآنی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔

جہاں تک ہندوؤں میں ہفت طبقات سفلی اور علوی کا سوال ہے تو اس کی توضیح و تشریح ہندو علماء ہی سے پوچھی جاسکتی ہے کہ ایک عظیم الجسامت سانپ (شیش ناگ) کے سر پر یہ طبقات قائم ہیں یا یہ کرۂ ارض فضا کے بسط میں مانند اور سیاروں کے گردش کر رہی ہے۔

## قرآنی تعلیمات پر اعتراضات کے جوابات

قرآنی تعلیمات پر مستشرقین نے جو اعتراضات کیے ہیں ان کے جوابات علی الترتیب یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پسند کیا ہے اور اسی پر جملہ انبیائے کرام کی بعثت فرمائی ہے۔ تمام نبیوں کا پیغام ایک تھا۔ ان کی تعلیمات ایک سی تھیں۔ وہ سب ایک ہی خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت کا حکم دیتے تھے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کو اپنے احوال و حالات کے مطابق عبادت کے طریقے سکھائے۔ حضرت آدم سے لے کر آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تک ہر نبی نے اپنی قوم کو نماز و روزے کی پابندی کی تلقین کی اور اللہ سے سرکشی کے نتائج سے ڈرایا۔ لہذا پیغمبروں کی یکساں تعلیمات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول نہیں تھے۔ یہ تو مزید اس پر ثبوت ہے کہ یہ تو اسی



سلسلے کی آخری کڑی ہیں جن کے پہلے بے شمار انبیاء سمیت موسیٰ و عیسیٰ اللہ کے دین کو لے کر آئے۔  
 ۲- قرآن کی تعلیمات جو اور جتنی ہیں ایک انسان کے لیے کافی ہیں اور تاریخ اس کی شاہد ہے کہ لوگوں کی زندگیوں ان کے مطابق ڈھلی ہیں۔ قرآن کی تعلیمات فطرت کے مطابق اور انسانی ضروریات کے بمقدار ہیں نہ کم ہیں نہ زیادہ نہ بوجھل ہیں نہ معمولی۔ وہ تعلیمات ایسی ہیں جن کو اپنا کر آدمی اس دنیا میں بھی باعزت اور باوقار زندگی گزار سکتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی سے ہم کنار ہوگا اور ایک انسان کو اس سے زیادہ اور کیا چاہیے۔

۳- جہاں تک یہ سوال ہے کہ قرآنی تعلیمات پر ایک قانون کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی یا اس میں ہر زمانے کے تقاضوں کا لحاظ نہیں ہے تو یہ بات حقیقت سے دور ہے۔ قرآن ایک مکمل نظام حیات ہے اور اس پر ایک نظام حکومت قائم ہو چکا ہے۔ عہد نبوی اور خلفائے راشدین کا دور اس کی بہترین دلیل ہے۔ پوری انسانی تاریخ میں اس سے عمدہ، پاکیزہ اور عدل و انصاف پر مبنی حکومت کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ آج مسلم ممالک اس قسم کی حکومت کے قیام سے قاصر ہیں اس کی وجہ قرآن کی خامیاں نہیں بلکہ خود مسلمانوں کی خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ اس کے باوجود آج سعودی عربیہ کی حکومت جس کو اسلامی حکومت کہا جاسکتا ہے ساری دنیا میں سب سے زیادہ خوش حال اور جرائم کے اعتبار سے سب سے زیادہ مامون ہے۔ کیا یہ اسلام اور اس کی تعلیمات کی برکتیں نہیں ہیں۔ پوری انسانیت آج عدل و انصاف اور امن و چین کے لیے کراہ رہی ہے۔ اگر حکمران نظاموں (جمہوریت، اشتراکیت اور سرمایہ داری) میں اس کے لیے کچھ راحت کا سامان ہے تو کراہتی انسانیت کو سہارا کیوں نہیں ملتا۔ ع

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت !  
 دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

## قصص اور تاریخی واقعات پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں بلاشبہ قصص و تاریخی واقعات بیان ہوئے ہیں۔ ان کو من گھڑت قرار دینا اور ان کی صحت و واقعیت سے انکار کرنا دانش مندی نہیں حماقت، گمراہی اور بد قسمتی ہے اور گویا یہ

بات ایسی ہی ہے کہ آدمی اپنے ماقبل انسانی تاریخ کی حقیقتوں اور واقعات سے انکار کر دے۔ بائبل اور ماقبل کے صحیفوں میں بھی ان میں سے بعض واقعات بیان کیے گئے ہیں لیکن ان کی صحت پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ ان کتابوں میں حذف و اضافہ معلوم و مسلم ہے۔ ان واقعات کو صحیح رنگ اور پوری صحت کے ساتھ کوئی کتاب پیش کرتی ہے تو وہ قرآن مجید ہے۔ اب ان کے بارے میں قرآن کی صحت پر شبہ کرنا انسان کی بد قسمتی کی سب سے بڑی مثال ہوگی۔

بائبل وغیرہ میں بزرگ انبیاء کے واقعات مسخ شدہ حالت میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے انبیائی کردار کو داغ داغ تو کیا ہی گیا ہے انسانی کردار بھی بھیانک صورت میں نظر آتا ہے۔ جب کہ قرآن میں ان بزرگ پیغمبروں کی زندگیوں کو انسانیت کے لیے نمونہ بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود ان کو بائبل وغیرہ سے ماخوذ ماننا انصاف کی بات نہیں ہے۔

## قرآن مجید کی عربیت پر اعتراض کا جواب

قرآن عربی زبان میں ہے، عربی زبان سے مراد وہ زبان ہے جسے عرب لوگ اپنی بول چال میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر عربی زبان میں بعض الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہوں جو ان کی زبان کا حصہ نہ ہوں لیکن وہ ان کے معنی و مراد کو خود سمجھتے ہوں تو یہ اعتراض کی بات نہیں ہے کیوں کہ ہر نبی نے اپنی قوم کی زبان ہی میں پیغام پہنچایا ہے۔

قرآن مجید کے دور نزول میں اہل عرب اس کے معنی و مفہوم کو خوب سمجھتے تھے۔ اگر کسی نے قرآن پر ایمان نہیں لایا تو اس لیے نہیں کہ وہ اس کے لیے ناقابل فہم تھا بلکہ اس لیے کہ خود اس کے دل میں کجی تھی۔ قرآن کے ہر لفظ اور ہر آیت کے معنی و مفہوم واضح ہیں اور اس بارے میں مفسرین کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں آج بھی کوئی شخص اس پر ایمان نہیں لاتا ہے تو اس کی وجہ قرآن کی اجنبیت اور ناقابل فہم ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا دل ہدایت کے لیے کھلا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ  
يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ ط  
كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (الانعام: ۱۲۵)

”پس (حقیقت یہ ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ کرتا ہے، اس کا سینہ اسلام

کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہی میں ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے اور ایسا بھیجتا ہے کہ (اسلام کا تصور کرتے ہی) اسے یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا اس کی روح آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے۔ اسی طرح اللہ (حق سے فرار اور نفرت کی) ناپاکی ان لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

## قرآن مجید کے نسخ پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں بعض آیتیں منسوخ ہیں یہ صحیح ہے لیکن مستشرقین نے ان کی جو تعداد بتائی ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علماء و مفسرین کی کافی بحثیں ہیں لیکن ان کی تعداد کی تفصیل میں جانے کے بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نسخ کے معنی و مفہوم کو واضح کر دیا جائے تاکہ اس سے مستشرقین کی پیدا کردہ غلط فہمیاں دور ہوں۔

لغت میں نسخ کے معنی زائل کرنے یا مٹا دینے کے ہیں۔ اصطلاح میں کسی عملی حکم کی مدت کی انتہا کا بیان کرنا جو تمام شرائط کے ساتھ جامع ہو، نسخ کہلاتا ہے۔ بعض امور ایسے ہیں جن میں نسخ ممکن نہیں ہے جیسے واقعات و قصص یا امور قطعیہ عقلیہ جیسے اللہ کا وجود وغیرہ اس کا نسخ نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح امور حسیہ دن کی روشنی رات کی تاریکی کا بھی نسخ نہیں ہو سکتا ہے۔ بعض احکام جو واجب ہیں جیسے امنوا و لاتشرکوا اس میں بھی نسخ ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح ان احکام میں بھی نسخ ممکن نہیں جو دائمی اور ابدی ہیں جیسے ”ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداً“ اور ان احکام میں جن کا وقت متعین ہے اس معین وقت کی آمد سے قبل نسخ کا امکان نہیں ہے، جیسے فاعفوا و اصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ بلکہ نسخ صرف ان احکام میں واقع ہو سکتا ہے جو عملی ہیں اور وجود اور عدم وجود دونوں کا احتمال رکھتے ہوں، نہ دائمی ہوں اور نہ کسی وقت کے ساتھ مخصوص کیے گئے ہیں ایسے احکام کو احکام مطلقہ کہا گیا ہے۔

نسخ اصطلاحی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ پہلے اللہ نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا مگر اس کا انجام اللہ کو معلوم نہ تھا لہذا اس کی رائے اس کے خلاف قائم ہوئی اس لیے پہلے حکم کو ختم کر دیا کہ (نعوذ باللہ من ذلک) اس سے اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ یہ حکم انسانوں پر فلاں وقت تک

کے لیے باقی رہے گا پھر منسوخ کر دیا جائے گا پھر جب وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسرا حکم بھیج دیتا ہے، جس سے کمی یا بیشی ہونا یا بالکل حکم ختم ہو جانا معلوم ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت ایک حکم کی مدت و انتہا کا بیان ہے مگر چوں کہ بندوں کے سامنے پہلے حکم میں وقت اختتام کو ذکر نہیں کیا گیا ہوتا ہے اس لیے دوسرے حکم کے آنے پر ہم اپنی کوتاہ فہمی کے سبب یہ خیال کرتے ہیں کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

## قرآن مجید میں تکرار اور صرف و نحو کی غلطیاں

قرآن مجید کے بعض مقامات میں بلاشبہ تکرار ہے لیکن اس کی حکمت ہدایت سے بے نور اور محروم دل و دماغ میں نہیں سما سکتی اس لیے اس کا بیان کرنا لا حاصل ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کی بعض عبارتوں میں ضمائر کی غلطیوں کا سوال ہے تو وہ غلطیاں نہیں بلکہ مستشرقین کی عربی قواعد و ضوابط سے ناواقفیت کی دلیل ہیں مثال کے طور پر ”هذان خصمان اختصموا في ربهم“ میں جو جمع کے صیغہ کے ساتھ بیان ہوا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ”اختصام“ میں جماعت کے امکان کا فائدہ باقی رہے۔ دوسری صورت میں یہ افادیت جاتی رہتی جب کہ اس صورت میں بھی ذہن خود بخود تشبیہ حقیقی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہ عربی قاعدہ کے مطابق ہے کہ ضمیر کا مرجع خواہ لفظاً بیان کیا جائے خواہ معنماً دونوں اعتبار سے صحیح ہے۔ اسی طرح الیاس اور طور سینا یہ دونوں اسم معرب ہیں اور ان کا دونوں صورتوں میں تلفظ جائز ہے۔ اسی طرح ”وقطعناهم اثنتی عشرة اسباطا“ میں اثنتی عشرة کی تمیز اسباطا نہیں بلکہ وہ مفہوم ہے جو ”قطعناهم“ کے اندر پایا جاتا ہے اور وہ قطعناهم اثنتی عشرة قطعاً ہے۔ پس عدد بھی مونث ہے اور معدود بھی۔ پھر تعارض کہاں رہا۔

## جمع و ترتیب پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید ایک کتاب ہدایت ہے اور اس میں تصنیفی ترتیب سے زیادہ انسانوں کی نفسیات کا لحاظ کیا گیا ہے اس لیے اس میں وہ ترتیب نہیں ہے جو کسی خاص موضوع پر لکھی گئی کتاب میں ملتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آدمی گہرائی سے قرآن کا مطالعہ کرے تو اس کو سورتوں اور آیتوں کے مابین حیرت انگیز نظم و ربط کا ادراک ہوگا بشرطیکہ آدمی قرآن مجید کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو۔



جہاں تک قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے بارے میں سوال ہے تو یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ کوئی شخص صحیح روایتوں کو کیوں کر جھٹلا سکتا ہے۔ احادیث میں اس کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی کتابت کے مواقع پر مختلف سورتوں کے تعین سے مختلف آیتوں کے بارے میں خصوصی طور پر تلقین فرمائی کہ فلاں آیت فلاں سورت میں لکھی جائے۔ اگر قرآن کی کوئی ترتیب عہد نبویؐ میں موجود نہ تھی تو اس روایت کی کیا توجیہ ہوگی؟ (۹)

زمانہ نزول قرآن کے بعد سے لے کر اب تک قرآن مجید کے مطالعہ اور اس کے علوم و معارف کے ادراک و انکشاف کے لیے ہزاروں اور لاکھوں علماء نے اپنی زندگیاں صرف کر دی ہیں اور انہوں نے اپنی قرآن فہمی کی کوششوں کو تحریری شکل میں جمع بھی کیا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکشاف نہیں کیا کہ قرآن کی بعض آیتیں ضائع ہو گئی تھیں اور پھر دستیاب نہ ہوئیں یا پھر اس میں کسی قسم کی تحریف کی گئی ہے۔ یہ سہرا نولڈیکے اور ولیم میور کے سر بندھتا ہے کہ انہوں نے ڈیڑھ ہزار سال گزر جانے کے بعد اتنا عظیم انکشاف کیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء: ۱۱۳)

”اے نبی! اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا حالانکہ درحقیقت وہ خود اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر رہے تھے اور تمہارا کوئی نقصان نہ کر سکتے تھے۔ اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے۔“

## حواشی

- (۱) مثال کے طور پر دیکھیے: اعجاز القرآن للرافعی، اعجاز القرآن للباقلانی، اعجاز القرآن للواسطی، بیان الاعجاز لخطابی، دلائل الاعجاز للجرجانی، مناہل الفرقان للزرقانی، معترک القرآن فی اعجاز القرآن للسیوطی، اعجاز القرآن للرمانی۔
- (۲) اس سلسلے میں بھی متعدد تصنیفات عربی اور اردو میں منظر عام پر آچکی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ القرآن والتفسیر العصری، ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی، مطبوعہ مصر ۱۹۷۰ء، تفسیر الآیات الکوئیہ، ڈاکٹر عبداللہ شحامة، دارالاعتصام مصر ۱۹۸۰ء، التفسیر العلمی للآیات الکوئیہ فی القرآن، حفی احمد، دارالمعارف مصر ۱۹۶۰ء، القرآن واعجازه العلمی، محمد اسماعیل ابراہیم، دارالفکر العربی مصر ۱۹۷۷ء، قرآن، بائبل اور سائنس، ڈاکٹر مورس بوکانی (اردو ترجمہ) کرینٹ پبلیشنگ کمپنی دہلی، علم جدید کا چیلنج، مولانا وحید الدین خان، مسلم ویلفیر سوسائٹی جموں و کشمیر، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی) اردو ترجمہ سید محمد فیروز شاہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۱۹۹۳ء۔
- (۳) تفصیل کے لیے دیکھیے اظہار الحق، علامہ رحمت اللہ کیرانوی، اردو ترجمہ بائبل سے قرآن تک، مولانا محمد اکبر سہارنپوری، مطبوعہ پاکستان۔
- (۴) ایضاً، نیز دیکھیے سیرۃ النبی، سید سلیمان ندوی، ج ۳، اخبار غیب کی بحث۔
- (۵) اس سلسلے کی ساری تفصیل قرآنی آیات اور سائنسی حقائق سے ماخوذ ہے۔
- (۶) آبن اشائن کی کہانی، سید شہاب الدین دستوی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۷ء، ص ۱۳
- (۷) اللہ کی عظمت، از عزیز احمد خاں
- (۸) العقیدۃ الطحاویہ، دیکھیے بحث العرش والکرسی حق
- (۹) سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من جہر بہا۔



## قرآن مجید سے متعلق مستشرقین کی کاوشیں

مستشرقین نے قرآن مجید پر مختلف طرح سے اعتراضات کیے ہیں لیکن جہاں تک ان کی نفس محنت اور لگن کا سوال ہے تو کسی بھی انصاف پسند کے لیے اس کے اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ انہوں نے اسلامی علوم و فنون سے متعلق بحث و تحقیق میں نئے گوشے وایکے ہیں کہ بسا اوقات مسلمان اسکالرس اور محققین کی بھی نگاہ وہاں تک نہیں جاسکتی ہے۔ ذیل میں اس موضوع پر ان کے کاموں کی جو فہرست دی جا رہی ہے وہ بہت جامع اور مانع نہ بھی ہو تو بھی اس سے اس حقیقت کا بہت کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید سے متعلق مستشرقین کی کیا اور کتنی کوششیں ہیں یہ معلوم کرنا ایک دشوار کام ہے۔ کم از کم اردو میں اس سلسلے میں کوئی قابل ذکر مواد نہیں ملتا ہے۔ راقم نے کچھ مختلف ماخذ میں منتشر مواد سے یہ فہرست تیار کی ہے، جسے اگرچہ مکمل نہ کہا جاسکے تاہم اس میں کسی حد تک مستشرقین کی قرآن مجید سے متعلق تصنیفات کا احاطہ ہو گیا ہے۔ اہل تحقیق و ارباب نظر اس میں مزید اضافہ کر سکتے ہیں۔

مستشرقین کے ناموں کے صحیح تلفظ کے مقصد سے ساتھ ہی انگریزی نام بھی درج کر دیا گیا ہے۔ ان کی پیدائش اور وفات کی سنیں کا بھی اہتمام کیا گیا ہے جن کے بارے میں کچھ علم نہیں ہو سکا وہاں بیاض چھوڑ دی (۱)

(۱) اس حصے کی تیاری میں المستشرقون، نجیب العقیقی، الاعلام للزرد کلی، جائزۃ تراجم قرآنی محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف عالی، سید محبوب رضوی، فرانسسی میں تراجم قرآنی، معارف اعظم گڑھ اور مغرب میں اسلام کا مطالعہ، ڈاکٹر خالد مسعود، مطبوعہ فکر و نظر، اسلام آباد سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔



## بعض پادری مستشرقین

کیفیت	ولادت/وفات	نام
قرآن مجید سے متعلق متعدد مقالات لکھے۔ (۱) قرآن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، مطبوعہ وائزۃ المعارف الاسلامیہ، طبع دوم۔ (۲) مصر کے معمولات زندگی میں قرآنی تعلیمات کی جھلکیاں، تونس، ۱۹۵۲ء۔ (۳) مجلہ المنار کا قرآنی تعلقات پر ایک نظر، پیرس، ۱۹۵۴ء	المولود ۱۹۱۳ء	پی۔ جے۔ جیمس (P.J.Jomies)
”قرآن وحدیث“ مقالہ مباحث العلوم الدینیہ ۱۹۱۰ء، ”خصائص محمد“ ایضاً ۱۹۳۰ء قرآن کا دوزبانوں میں ترجمہ کیا۔ ۱۹۳۵ء اور دیگر مقالات لکھے ۱۹۳۵ء	۱۸۶۲-۱۹۳۷ء	پادری لامنس (P.H.Lammens)

## اٹالوی مستشرقین

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ یہ ماراٹشی کے ترجمہ قرآن کے بعد سب سے پہلا لاطینی ترجمہ ہے۔	۱۵۸۸-۱۶۷۰ء	پادری دوینک جرمانوس (P.D Germanus)
اٹالوی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔	۱۶۱۲-۱۷۰۰ء	پادری ماراٹشی (P.L.Marracci)
”قرآن سے ایک انتخاب“ کے نام سے کتاب لکھی۔ قرآن سے متعلق جاہظ اور اپنے خیالات کو جمع کیا۔	۱۸۷۲-۱۹۳۸ء	نلینو کارلو (Nallino Carlo)
”قرآن کی معتزلی تفسیر“ مقالہ مطبوعہ (روما) ۱۹۲۵ء۔ اٹالوی انسائیکلو پیڈیا میں قرآن سے متعلق مقالہ لکھا۔	۱۸۶۸-۱۹۳۶ء	جویدی میکا نجلو (Guidi Michelangelo)

۱۸۶۵-۱۹۳۷ء اٹالوی میں قرآن کا حرفی ترجمہ کیا۔ ۱۹۲۹ء

بونللی لیوگ

(Bonolli, Luig)

براہ راست عربی سے قرآن کا ترجمہ کیا۔

برانچی (Branchi)

مطبوعہ روم ۱۹۱۳ء

قرآن کا اٹالوی ترجمہ کیا۔ مطبوعہ میلان

اے۔ فراکاسی

۱۹۱۴ء

(A. Fracassi)

”مسلمانوں کے تراجم قرآن“ تصنیف

المولود ۱۸۹۲ء

ایم۔ مرینو

مطبوعہ اشرف الحدیث ۱۹۲۵ء

(M. Moreno)

قرآن کا ترجمہ کیا اور اس کی تفسیر لکھی۔

المولود ۱۹۲۱ء

اے۔ بوزانی

(A. Bousani)

”قرآن میں کسب و کتاب کے اعجازی

پی۔ بونچی

معنی“ مقالہ مطبوعہ مجلہ الدراسات الشرقیہ

(P. Boneschi)

۱۹۵۵ء۔ ”لیبیا میں قرآنی درس گاہیں“

مقالہ مطبوعہ حویلیات المعهد الشرقی ۱۹۴۳ء

”قرآن کی بعض آیتیں“ مقالہ

واکا اور جینینا

(Vacca. Virginia)

قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا نیز قرآن

رچرڈ بل

سے متعلق متعدد مضامین لکھے۔

(R. Bell)

”قرآن کا ادب اور اس کی تاریخ“ تصنیف

المولود ۱۸۸۸ء

سی۔ اے سٹوری

مطبوعہ لندن ۱۹۲۷ء

(C.A Storez)

”توریت انجیل اور قرآن۔ ایک تقابلی

ٹی۔ بورکھارٹ

مطالعہ“ تصنیف مطبوعہ ۱۹۳۸ء

(T. Burrekhardt)

قرآن مجید اور مستشرقین

- المولود ۱۸۹۰ء "اعجاز کے قرآنی مفہوم" مقالہ مطبوعہ  
صحیفہ جمعیتہ جلا سجا شرقیہ ۱۹۳۹ء (J Robson)
- المولود ۱۹۰۵ء قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ نیویارک ۱۹۵۵ء  
طبع ثانی لندن ۱۹۵۹ء (A.J Arbbery)
- لاطینی ترجمہ سے اٹالوی میں قرآن کا ترجمہ  
کیا مطبوعہ ۱۵۴۷ء (A. Arrivabeen)
- اٹالوی میں قرآن کا ترجمہ کیا  
اٹالوی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۸۸۲ء،  
۱۹۱۲ء، ۱۹۱۳ء (Colza)
- وٹک - پنزیری  
(Vinc. Panzeri)
- ویلیٹی - ڈی  
(D. Violanti)
- اٹالوی میں قرآن کا ترجمہ کیا، مطبوعہ  
۱۹۱۲ء (Frojo)

## جرمن مستشرقین

- قرآن کا انڈکس تیار کیا لیکن بعض خامیوں کی وجہ  
سے مقبول عام نہ ہو سکا۔ ۱۸۰۲-۱۸۷۰ء (G. Flugel)
- فلوکیل جی  
(G. Flugel)
- تفسیر بیضاوی "انوار التنزیل فی اسرار التاویل" کا  
ترجمہ کیا۔ ۱۸۰۱-۱۸۸۸ء (H.L. Fleisher)
- فلوکیل جی  
(H.L. Fleisher)
- "قرآن میں توریت کا تذکرہ" تصنیف مطبوعہ  
۱۸۳۵ء ۱۸۸۹-۱۸۰۸ء (S. Weil)
- سیمون فائل  
(S. Weil)
- "قرآن میں غیر عربی الفاظ" مقالہ برائے ڈاکٹریٹ  
مطبوعہ لندن ۱۸۷۸ء ۱۸۵۵-۱۹۰۹ء (S. Freandel)
- فرائیل - ایس  
(S. Freandel)

- بارتھ جے  
(J. Barth)
- قرآن کا ایک تعارف“ مقالہ مطبوعہ الاسلام ۱۹۱۵ء  
۱۸۵۱-۱۹۱۴ء
- ویل ہاؤزن  
(Well-Hausen)
- ”قرآن کیا ہے؟“ مقالہ مطبوعہ مجلہ الشرقیۃ الالمانیہ  
۱۸۴۳-۱۹۱۸ء  
۱۹۱۳ء
- ایف-شوالٹی  
(F.Schwally)
- ”قرآن کا ایک مطالعہ“ مقالہ مطبوعہ تکریم زاخاؤ  
۱۹۱۵ء نولڈیکے کی کتاب ”نصوص قرآن کی تاریخ“  
پر تحقیقی نظر ڈالی اور اس کو شائع کیا۔
- سی-ایف-سیبولڈ  
(C.F. Seybold)
- ”کتب تفسیر قرآن“ مقالہ مطبوعہ تکریم زاخاؤ ۱۹۱۵ء  
۱۸۵۹-۱۹۲۱ء
- نولڈیکے-ٹی ایچ  
(T.H. Noldeke)
- ”نصوص قرآن کی تاریخ“ تصنیف مطبوعہ ۱۸۶۰ء  
و دیگر مقالات
- سچاؤ-ای  
(E. sachau)
- قرآن کی سورتوں کی اپنے طور سے ترتیب قائم کی  
مطبوعہ ۱۹۲۸ء  
۱۸۴۵-۱۹۳۰ء
- جوزف ہورویٹز  
(J. Horowitz)
- ”قرآن کے اشتقاقیات“ مقالہ ”قرآن کا تعارف“  
مقالہ مطبوعہ الاسلام ۱۹۲۳ء  
۱۸۷۴ء ۱۹۳۱ء
- کارل ہنری بیکر  
(C.H. Bacher)
- نولڈیکے کی تحقیقات میں لغت قرآن کے قواعد،  
مقالہ مطبوعہ ۱۹۱۰ء  
۱۸۷۶-۱۹۳۳ء
- برجسٹراسر-جی  
(G.Bergstrasser)
- ”قرآن میں حرف نفی کا استعمال“ مقالہ برائے  
ڈاکٹریٹ مطبوعہ ۱۹۱۱ء، طبع ٹامن ۱۹۱۴ء ”قرآن  
کے مشہور قراء اور ان کی سوانح“ مقالہ ۱۹۱۲ء ”علم  
قرأت کی تاریخ“ مقالہ
- ایچ-ہرشیفیلڈ  
(H. Hirschfeld)
- قرآن کی ترتیب کے بارے میں جدید تحقیقات،  
مقالہ مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء  
۱۸۵۴-۱۹۳۴ء



- ۱۸۹۷-۱۹۳۵ء ”قرآن میں کتابیوں کے قصے“ تصنیف مطبوعہ ۱۹۳۹ء اسپیر-ایچ (H. Speyer)
- ۱۸۶۷-۱۹۳۸ء ”غریب القرآن“ مقالہ مطبوعہ مجلہ الشرقیہ الالمانیہ پول سوارز (P. Schwarz)
- المولودا ۱۸۷۱ء ”قرآن میں عیسائی عقائد کی تشریح“ مقالہ ”قرآن میں یہودیت اور نصرانیت“ مقالہ مطبوعہ مجلہ الاسلام ۱۹۲۷ء بومسٹارک-اے (A. Baumstarh)
- ابوعبید القاسم بن سلام کی کتاب ”فضائل القرآن“ آدابہ کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ ای-ایزین (E. Eisen)
- ۱۸۹۳-۱۹۳۱ء ”قرآنی علوم اور ان کے مراجع“ تصنیف ”علم قرأت کی تاریخ“ مقالہ نولڈیکے کی کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا۔ دیگر بہت سے مقالات لکھے۔ او-پریٹشل کے-ارنیز (K. Ahrens)
- ۱۸۶۳-۱۹۰۲ء جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ہادر بون ۱۹۲۳ء گریم (Grimme)
- ۱۸۶۷-۱۹۳۲ء ابھری زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا میٹوچ-اینگ (Mittwocheng)
- عبرانی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ جرمن میں ”شریعت کا قرآنی مفہوم“ ای-ریچلین (E. Revchlin)
- ۱۸۵۷-۱۹۳۷ء ”دلیل القرآن“ تصنیف مطبوعہ لینبرگ ۱۸۸۱ء طبع ثانی، پیرس ۱۹۲۵ء مالیر-ایڈ (Ed. Mahler)

- قرآن مجید اور مستشرقین  
فیشر-ایگ  
(Aug. Ficher)
- سورہ قارعہ، نکاثر اور نجم پر مقالات لکھے، مطبوعہ  
۱۸۶۵-۱۹۲۹ء  
مجلہ الشرقیہ الالمانیہ
- اڈولف جروہمان  
(A. Jerhuman)
- ”قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ، مقالہ  
مطبوعہ الصحیفہ الشرقیہ لفینیا ۱۹۱۲ء
- پی-ای کیل  
(P.E. Kahle)
- ”قرآن اور عربی زبان“ مقالہ مطبوعہ ذکری گولڈ  
زیہرا ۱۹۲۱ء
- ہرٹمن-آر  
(R. Hartmann)
- ”قرآن کی تفسیر“ مقالہ مطبوعہ مجلہ الآداب الشرقیہ  
۱۹۲۲ء
- ریٹر-ایچ  
(H. Ritter)
- ”استنبول کی لائبریریوں میں قرآن و احادیث کی  
مطبوعات“ مقالہ مطبوعہ الاسلام ۱۹۲۸ء و دیگر  
مقالات
- جوہان فوک  
(J. Fuch)
- قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ ۱۹۲۲ء ”قرآن کا تعارف“  
مقالہ الآداب الشرقیہ ۱۹۳۳ء
- آر-اے-کوبیرٹ  
(R.A. Kobert)
- ”قرآن کی تفسیر“ مقالہ مطبوعہ الاسلام ۱۹۲۸ء
- اے-سپٹلر  
(A. Spitalor)
- ”قرآن کا تعارف“ مقالہ مطبوعہ موتمرا لمستشرقین  
۱۹۳۸ء
- جوٹین-ایس-ڈی  
(S.D. Goitein)
- ”قرآن میں نماز کا ذکر“ مقالہ  
جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا
- مارٹن لوٹھر  
(Martin Lothar)
- جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ نورمبرگ ۱۶۱۶ء
- ایس-شوئیگر  
(S. Schweigger)
- ۱۶۶۳ء

قرآن مجید اور مستشرقین

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ ہیمبرگ ۱۶۸۸ء

جوہان لینگر

(Johann.Lange)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ نورمبرگ ۱۷۰۳ء

ڈیوڈ نارٹر

(David.Narreter)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا مطبوعہ ہیمبرگ ۱۶۸۸ء

آرنلڈ

Theodor. Arnold)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا فرانکفورٹ ۱۷۷۲ء

مگ لین

Magglein)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا ۱۸۸۳ء

وکرٹ

(Owkart)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا ۱۸۸۳ء

المان

(Alman)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا سپنبرگ ۱۹۰۱ء

مگ ہنگ

(mag. Henning)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہال ۱۹۰۱ء

ایف-گریگول

(F. Grigeol)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہیمبرگ ۱۹۱۰ء

ایم-کلیمروتھ

(M.Klamroth)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا برلن ۱۹۱۶ء

ایل-گولڈ اسمتھ

(L.Gold. Schmith)

جرمنی میں قرآن کا ترجمہ کیا یون ۱۹۶۵ء

روڈی باریٹ

(Rodi Bariat)

## انگریز مستشرقین

ترکی زبان میں تفاسیر قرآن کی فہرست تیار کی ۱۶۱۵ء

۱۵۶۱-۱۶۳۲ء

ولیم بڈویل

(W.Bedwell)

قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا، لندن ۱۷۳۳ء (اب

۱۶۹۷-۱۷۳۶ء

جورج سیل

(Goerge.Sale)

تک اس کے دسیوں ایڈیشن نکل چکے ہیں)

- قرآن مجید اور مستشرقین  
جان جانیر  
(J. Gangnier)  
۱۶۷۰-۱۷۴۰ء قرآن کی روشنی میں حیات محمدؐ پر کتاب لکھی۔
- ڈبلیو ایڈوارڈ لین  
(W. E. Lane)  
۱۸۰۱-۱۸۷۶ء انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا لیکن رومن کیتھولک  
چرچ کے حکم سے ضائع کر دیا گیا۔
- پنریس جون  
(Penrice. John)  
۱۸۷۳ء عربی میں کتاب لکھی پھر اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔  
لندن
- جے۔ ایم۔ روڈویل  
(J.m. Rodwel)  
۱۸۳۰-۱۸۸۳ء انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ متعدد بار طبع ہوا۔
- ایڈورڈ ہنری پالم  
(E.H. Palmer)  
۱۸۲۵-۱۸۸۹ء انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ لندن آکسفورڈ  
اور امریکہ سے شائع ہو چکا ہے۔
- ولیم ناسولیس  
(W.N. Lees)  
۱۸۱۱-۱۸۹۲ء زمخشری کی تفسیر ”الکشاف“ کی اشاعت میں حصہ لیا  
۱۸۵۶ء
- سر جیمس ولیم ریڈ ہاؤس  
(S.J.W. House)  
”اسماء حسنیٰ پر چند ملاحظیات“ تصنیف  
۱۸۹۸ء
- ایڈوارڈ سیل  
(Ed. Sell)  
”قرآن کا تاریخی ارتقاء“ تصنیف مطبوعہ مدراس  
۱۸۹۸ء
- ایچ یو ڈبلیو اسٹانٹون  
(H.U.W. Stanton)  
”قرآن کی تفسیر و تشریح“ تصنیف
- سر اڈوین ارنولڈ  
(S.C. Arnold)  
۱۸۵۹-۱۹۳۳ء ”قرآن کے بعض اجزا کا متن“ مقالہ
- اے۔ منگنا  
(A. mingana)  
۱۸۸۱-۱۹۳۷ء ”خلق قرآن کا مسئلہ اور مسلمان“ مقالہ عربی و  
انگریزی میں قرآن پر دیگر مقالات لکھے



قرآن مجید اور مستشرقین  
سورہ آل عمران کا ترجمہ کیا۔ دیگر مضامین لکھے۔  
۱۸۸۸-۱۹۳۰ء ڈی ایس مارگولیتھ

(D.S. Margolleuth)

قرآن کی تفسیر لکھی

وہیری (Wherry)

انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ متعدد بار طبع ہوا

مارماڈیوک پیکتھال

وفات ۱۹۳۶ء (آپ نے اسلام قبول کیا)

(M.D.Pickthal)

انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ کینیڈا ۱۹۶۳ء

ٹی ایف مائیکل

(T.F.Mickel)

انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مل یونیورسٹی برطانیہ

ڈاکٹر مارکولن

۱۹۶۶ء

(Dr.Mackolin)

انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ میکسکو ۱۹۳۴ء

رابرٹ (Robart)

ان دونوں نے مل کر لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

آر۔ روبرٹس

(R. Robertus)

ہرمانس

(Harmans)

## امریکی مستشرقین

آر۔ ایم۔ ریفتال ۱۸۸۰-۱۹۳۶ء "عہد سلجوقی کا قرآن" تصنیف ۱۹۳۳ء

(R.M.Riefstahl)

"قرآن کے طلائی نسخے" مقالہ مجلہ الدراسات  
الاسلامیہ ۱۹۳۱ء ۱۸۶۲-۱۹۳۶ء آر۔ جے۔ گوتھیل

(R.J.H. Gotheil)

"قرآن میں اسرائیلیات" مقالہ عالم الاسلام  
۱۹۳۲ء جے۔ فنکل

جے۔ فنکل

(J. finkel)

قرآن میں عقائد سے متعلق بحثوں کو مرتب کیا،  
مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۲ ۱۸۶۳-۱۹۳۳ء

ونکان، بلاک ماگڈونلڈ

(D.B.O.Macdonald)

۱۸۷۷-۱۹۳۷ء ”قرآن کے صحیفے“ مقالہ مطبوعہ المہنتخب الفنی  
واشنگٹن ۱۹۲۰ء

قرآن مجید اور مستشرقین  
کومارازوامی  
(Goomaras. Wamy)

المولود ۱۸۶۳ء ”قرآن کریم“ مقالہ تکریم براؤن ۱۹۲۲ء، ”مفردات

تشارلز تورای  
(C.B.C. Torrey)

القرآن“ مقالہ عالم الاسلام ۱۹۳۹ء و دیگر مقالات  
”تفسیر سورہ اخلاص“ مقالہ عالم الاسلام ۱۹۳۹ء  
”قرآن کے ترجمے“ ایضاً ۱۹۱۵ء

سموئل ذویر  
(S. Zewemer)

”قرآن کا تعارف“ مقالہ عالم الاسلام ۱۹۳۲ء

تھومسون  
(W. Thomson)

”قرآن کا ایک مغربی نسخہ“ مقالہ امریکہ ۱۹۳۸ء

نیمھ عبوت  
(N. Abott)

”قرآن کا تعارف“ مقالہ عالم الاسلام ۱۹۳۲ء

اڈوین کالوری  
(E. Calverley)

قرآن کی قراءت سے متعلق متعدد مقالات لکھے۔

اے۔ جفری  
(A. Jeffery)

مطبوعہ عالم الاسلام ۱۹۲۳ء ۱۹۳۵ء ۱۹۳۸ء

۱۹۳۹ء مجلہ الدراسات الشرقیہ ۱۹۳۰ء ۱۹۳۰ء

وغیرہ (انہوں نے قرآن کا قلمی نسخہ تیار کیا)

قرآن کے بارے میں پالم کی تحقیقات، مقالہ

امریکہ ۱۹۲۶ء

نیکل اے آر  
(A.R. Nykl)

”قرآن کا تعارف“ مقالہ ذکریٰ زادہ ۱۹۵۲ء

ایف روزنتھال  
(F. Rosenthal)

”عہد سلجوتی میں قرآن“ مقالہ امریکہ ۱۹۳۵ء

آر۔ ایشنگھوزن  
(R. Ettinghausen)

”قرآن میں وحدانیت کا تصور“ مقالہ

اوشاس ہایدون  
(Oostas.Higdon)

## فرانسیسی مستشرقین

”قرآن اور انجیل کی یکسانیت“ تصنیف ۱۵۲۳ء۔	۱۵۰۵ء-۱۵۸۱ء	پوشل (Postel)
قرآن کا فرنیچ میں ترجمہ کیا مطبوعہ ۱۸۲۰ء ۱۸۷۸ء		
”قرآن اور دیگر مذہبی تعلیمات“ تصنیف مطبوعہ ۱۸۲۲-۷۲ء		
قرآن مجید کے آخر ۶۴ سورتوں کا ترجمہ کیا۔	۱۸۳۰-۱۹۱۶ء	ہوڈاس-او (O. Houdas)
”قرآن میں سامری کا ذکر“ مقالہ ۱۹۰۸ء	۱۸۳۷-۱۹۱۷ء	جوزف ہالیوی (J. Haleuy)
”قرآن کی ایک آیت کا مطالعہ“ مقالہ ۱۹۱۴ء		آر-گریو (R. Griveau)
فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۲۹ء	۱۸۵۶-۱۹۲۷ء	مونٹہ-ای مانٹر (M.E. Monter)
”قرآن اور امیہ بن ابی صلت کے اشعار کے درمیان مناسبت کی وجوہ“ تصنیف ۱۹۰۴ء، قرآن کی تفسیر لکھی ۱۹۲۱ء	۱۸۵۴-۱۹۲۷ء	ہیورٹ-سی ایل (C.L. Huart)
قرآن کی آخری سورت کا ترجمہ کیا، ۱۸۶۴ء	۱۸۷۴-۱۹۲۸ء	آرتھر جیو (Guy Arthur)
”قرآن میں نبی کا تصور“ مقالہ ۱۹۲۷ء	۱۸۶۴-۱۹۳۱ء	پادری نو (P.F. Nau)
”قرآن میں قصے کہانیاں، انبیاء کی سیرتیں اور ان کا مآخذ“ تصنیف ۱۹۲۳ء		سیدرسکی (Sidorski)
قرآن کی اشاعت میں حصہ لیا ۱۸۹۸ء	المولود ۱۸۶۷ء	البارون کارادی نو (Card-de-yau-bon.B.)

قرآن مجید اور مستشرقین ڈاکٹر مارڈورس (Dr. Mardrus.J)	۱۸۶۸-۱۹۳۹ء	فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا، ۱۹۲۶ء
لیوی پرونسل (Levi Provencal)	۱۸۹۳-۱۹۵۶ء	”چودھویں صدی ہجری میں قرآن کی تفسیر“ تصنیف ۱۹۲۱ء
جان کینٹینو (Cantineau.J.)	۱۸۹۹-۱۹۵۶ء	”دمشق اور جزائر میں قرآن کا مطالعہ“ مقالہ حویلیات معہدالدراسات الشرقیہ ۱۹۳۲ء
لوئیس مرسیو جی (G. Marsi)	۱۸۸۳-۱۹۶۲ء	”اصحاب کہف کون تھے“ مقالہ ۱۹۳۰ء
ڈیریڈون جی (G. Deredun)	۱۹۵۳ء	”خلیفہ مرتضیٰ کے دور کے قرآن کے دو نسخے“ مقالہ
کانرڈ ایم (M. Conard)	المولود ۱۸۸۸ء	”قرآن کے بارے میں“ مقالہ ۱۹۵۲ء
بلاشیر، ریٹری (R. Blachere)	المولود ۱۹۱۰ء	قرآن کا ترجمہ کیا، پیرس ۱۹۳۷ء
کلرمون جانو (R. Kalmon)	۱۸۳۶-۱۹۲۳ء	”قرآن میں نفس کا تصور“ مقالہ ۱۹۳۸ء
نٹوروسیو (N. Rusue)		فرانسیسی میں قرآن کا جزوی ترجمہ کیا،
ڈورائر (Dorayer)		فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا متعدد بار شائع ہوا طبع چہارم ۱۶۷۱ء (اس ترجمہ سے متعدد مستشرقین نے استفادہ کیا ہے)
ایم سیراری (M.Sarary)		فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ کم از کم بیس ایڈیشن اس کے نکل چکے ہیں۔
رینوڈ (Reinaud)		فرانسیسی میں قرآن کا جزوی ترجمہ کیا۔



قرآن مجید اور مستشرقین

فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ پیرس ۱۸۵۲ء

جی۔ پوتھر

(G.Pauthier)

فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ

گیلٹنٹ

(Galtant)

قرآن کا ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ

جے جے مارکل

(J.J. Marcal)

ترجمہ قرآن مطبوعہ از پیرس ۱۹۲۶ء

میڈرنس

(Madrans)

فرانسیسی ترجمہ قرآن ۱۹۲۵ء

ایڈورڈ مونٹیٹ

(Ed.Montet)

ترجمہ منتخبات قرآنی مراکش ۱۹۵۶ء

ہنری مرسی

(Henri. Mercies)

فرانسیسی ترجمہ قرآن (جزوی طور پر)

مارسل کیٹون

(Citoyen. Marcel)

فرانسیسی ترجمہ قرآن

بونادنتوراوسیو

(Bonnauenturadeseu)

”قرآن اور عبرانی بائبل“ تصنیف۔ اس میں سورہ

لی۔ لیوس

(Le-Leblois)

الواقعہ اور الحدید کا ترجمہ بھی ہے۔

فرانسی میں قرآن کے اقتباسات شائع کیے۔

سینٹ ہلپیر

(St.Hilaire)

قرآن کے اقتباسات شائع کیے

گرلوٹ۔ سی ایچ

(C.H.Gillotte)

فرانسیسی ترجمہ قرآن ۱۹۳۶ء

پسل او

(O.Pesle)

فرانسیسی میں سورہ فاتحہ و بقرہ کا ترجمہ کیا، الجزائر

آری پاریس

(Heri Peres)

۱۹۵۱ء

## روسی مستشرقین

قرآن کا براہ راست لاطینی میں ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ	۱۸۰۰-۱۸۷۸ء	کوفالفسکی (Kowalowski)
روسی زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ کیا۔ متعدد بار شائع ہوا۔ ۱۸۷۹ء	۱۸۰۳-۱۸۸۰ء	سابلوکوف (Sabloukou)
روسی زبان میں انڈکس تیار کیا جس میں قرآنی آیات اور جاہلی اشعار کو جمع کیا۔	۱۸۱۳-۱۸۹۷ء	جے۔ ایم۔ گوتوالڈ (J.M. Gottwadt)
”قرآن میں سمندر کا تصور“ مقالہ ۱۹۲۵ء ”قرآنی اصطلاحات جدید نقطہ نظر سے“ ۱۹۲۸ء مطبوعہ حولیات المتحف الآسیوی	۱۸۶۹-۱۹۳۰ء	بارتھولڈ (V.V. Barthod)
”حنیفیت کا قرآنی تصور“ مقالہ ۱۹۲۷ء سورۃ الحج کا جزوی ترجمہ و دیگر مقالات۔	۱۸۹۷-۱۹۳۹ء	کاشتالیوا (Kashlalerd)
”لاطینی میں قرآن ایک جائزہ“ مقالہ مطبوعہ الصحافة والثورة ۱۹۳۲ء	۱۸۹۶-۱۹۴۶ء	بوچمانون (Youchmamovn)
قرآن کا روسی زبان میں ترجمہ کیا۔ ”مجموعہ مخطوطات قرآنی“ ۱۹۱۷ء ”قرآن میں نجم کے معنی“ مقالہ لکھا	۱۸۸۳-۱۹۵۱ء	کراچکوسکی (Kratchouski)
قرآن سے متعلق مقالہ لکھا۔ مجمع العلوم ۱۹۱۷ء		اوس پسرکی ایف (Uspensky.F)
”قرآن اسماعیلیوں کی نظر میں“ مقالہ المجلد ایران ۱۹۲۷ء	۱۸۷۳-۱۹۵۸ء	اے۔ اے۔ سمینوف (A.A.Semenov)
”سولہویں صدی عیسوی کے مخطوطات قرآن کے نوادرات“ ۱۹۶۰ء	المولود ۱۸۸۳ء	فیرا کراٹشکوفسکایا (Krachkouskayavera)

قرآن مجید اور مستشرقین

روسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ پیٹر زبرگ

۱۷۱۹ء

ڈیمٹریوس کانٹم

(Demetrius Kantemur)

روسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ

۱۷۹۰ء

وربکین

(Uerbkin)

## پولینڈی مستشرقین

۱۶۱۰-۱۶۷۵ء ترجمہ قرآن

بل بوجوفسکی

(B. Bobowski)

قرآن کا ترکی و فارسی میں ترجمہ کیا۔ بعد

اندرالی اکتھس

(A. Acoluthus)

میں اس کو نصوص القرآن کے نام سے

شائع کیا گیا۔ ۱۷۰۱ء

۱۷۲۹ء لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ (نامکمل)

میشیل اوتخ

(Mishil Otaikhc)

بولونی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ (نایاب)

۱۸۰۸-۱۸۸۷ء فرانسیسی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ بائیسواں

اے۔ کازیمیرسکی

(A. Kazi miscki)

ایڈیشن ۱۹۳۲ء

۱۹۰۳ء المولود قرآن کا ترجمہ کیا

انانیاس زاجا تشکوفسکی

(Zajaczkowski Ananiasz)

قرآن سے متعلق مقالہ لکھا۔ مطبوعہ الاسلام

ای۔ لیہمان

(E. Lehman)

۱۹۱۳ء

۱۸۵۰-۱۹۳۲ء قرآن کے مختلف حصے کا ڈنمارکی میں ترجمہ

بوناہ ایف

(F. Buhl)

کیا۔ دیگر مقالات لکھے۔ دراسات ہوہن

۱۹۲۶ء

۱۸۷۵-۱۹۳۵ء ”قرآنی آیات کی جاوگری“ تصنیف

۱۹۲۰ء

(A.Christensen)

المولود ۱۸۸۳ء ڈنمارکی میں قرآن کا ترجمہ کیا، اشاک

ہالم ۱۹۱۷ء۔ بعض سورتوں کا اسپینی میں

ترجمہ کیا دیگر مقالات لکھے۔

ڈنمارکی میں قرآن کا ترجمہ کیا، کوپن ہیگن

۱۹۲۱ء

ڈاکٹر پول ٹیکسن

(Dr.Poul. Tuxen)

## سویڈش مستشرقین

۱۸۰۷-۱۸۷۷ء سویڈش زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ لوند ۱۸۷۲ء

ٹورنبرگ

(K.J.Tornberg)

۱۸۶۶-۱۹۵۳ء سویڈش زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ اشاک ہالم

زٹر سٹیم

۱۹۱۷ء۔ ”قرآن-محمد کی انجیل“ تصنیف، اشاک

(Zetter Steem)

ہالم ۱۹۰۶ء متعدد بار شائع ہوئی۔

”سورہ التین“ پر مضمون لکھا۔ مطبوعہ ۱۹۳۷ء

بیرکیلانڈ

(H. Birkeland)

سویڈش میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ اشاک ہالم

کروستولپ

۱۸۳۳ء

(Kronstolyp)

۱۸۵۷-۱۹۳۳ء ”قرآن پر یہودی تعلیمات کے اثرات“ مقالہ مطبوعہ

بیرنات ہیلر

الفصول الیہودیۃ ۱۹۲۸ء ”قصص قرآنی“ مقالہ

(B. Heller)

عالم الاسلام ۱۹۳۴ء

”شرعی احکام اور جہاد“ مقالہ مطبوعہ ۱۹۱۹ء۔ ”قرآن

سالمون اوسترن

میں اخلاق کا تصور“ ۱۹۲۰ء

(Salmon Aastron)



## اسپینی مستشرقین

- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۹۵۳ء
- ورینٹ جینس  
(Verenet. Gines)
- المولود ۱۹۱۶ء ”قرآن اور یوحنا شقوبی“ مقالہ مجلہ الاندلس ۱۹۳۹ء
- پادری کا بانیلاس  
(P. Cabanelas)
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔
- ڈی رولز  
(De Rolos)
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ بارشلونہ ۱۸۷۲ء
- اورٹز ڈی  
(D. Vincenteortiz)
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ میڈرڈ ۱۸۷۵ء
- مرگیونڈو  
(Marguinday)
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ بارشلونہ ۱۹۰۷ء
- ڈاکٹر برانگو، انڈرس  
(Dr. Andrss. Borrogo)
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ میڈرڈ ۱۹۱۳ء، ۱۹۳۱ء
- کیٹو (Cato)
- ۱۹۳۶ء
- اسپینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ
- ڈاکٹر اینڈرسن  
(Dr. Andarson)

## پرتگالی مستشرقین

- ”معجم عربی لاطینی“ کتاب میں قرآن کی بعض  
سورتوں کو درج کیا۔
- ۱۸۱۶-۱۷۵۰ء
- پادری یاہن  
(P. Yohan)

”الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی“ پر مقالہ لکھا۔

۱۸۱۳-۱۸۹۳ء

اسپر نجر اے

(A. Sprenger)

”قرآن کی اور قدیم عربی لہجے میں“ مقالہ

۱۸۵۷-۱۹۰۹ء

کارل ولیرس

(K. Vollers)

”قرآن کا اسلوب“ مقالہ مطبوعہ الصحیفۃ المشرقیہ  
فینا

۱۸۶۱-۱۹۲۹ء

جایر آر

(R. Jeyer)

پرتگالی میں فرانسیسی سے قرآن کا ترجمہ کیا۔

الکورا گواو

(O. Alcoragao)

پرتگالی میں قرآن کا ترجمہ کیا ۱۸۸۲ء

بکارادیگو

(Bucara Viego)

پرتگالی میں قرآن کا ترجمہ کیا ۱۹۳۶ء

جوز پڈرو میگاڈو

(Jose Pdromaahado)

پرتگالی میں قرآن کا لغت تیار کیا

کے حتی

(K.hotti)

## ہالینڈی مستشرقین

قرآن کا ترجمہ کیا

۱۵۴۸-۱۶۲۳ء

ارپانیوس

(T.B.Erpenius)

”قرآن اور محمد“ کے موضوع پر پانچ مقالات لکھے۔ قرآن کا ہندی میں ترجمہ کیا۔

۱۸۱۳-۱۸۹۵ء

پی جے۔ وٹھ

(P.J. Veth)

”قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ“ مقالہ  
العالم الاسلام ۱۹۱۲ء

۱۸۵۷-۱۹۳۶ء

سنوک ہر جرونجہ

(Snouck.Hurgnrije)

”اشخاص اور مقامات اور قرآنی استشادات“  
تصنیف مطبوعہ ملخص از لیدن۔ (حدیث کا انڈکس  
انہی کی سرکردگی میں تیار کیا گیا)

۱۸۸۸-۱۹۳۹ء

اے۔ جے۔ فنسک

(.A.J.Wensinck)

قرآن مجید اور مستشرقین

براہ راست قرآن کا ترجمہ کیا۔ ایمسٹرزڈم، بروکسل

۱۸۹۱-۱۹۵۱ء

کرامرز

۱۹۵۹ء

(Kramers)

”اسلام میں قرآن کا تصور“ مقالہ مطبوعہ ۱۹۵۲ء

المولود ۱۹۱۰ء

ایتماڈی ایس

(D.S. Attema)

## لاطینی مستشرقین

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ سونز رلینڈ  
(ناکمل)

تھیوڈورس بیلینڈر

(T.Baelboyander)

قرآن کا متن بڑے اہتمام کے ساتھ  
شائع کیا جس میں چالیس سال لگے۔  
لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

لوڈوویکو ماراچیو

(Ludouico.Maraccio)

قرآن کا ترجمہ کیا۔

پی ڈی کلونی

(P.D. Clvny)

ڈومی نیکس

(Dominkus)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۷۶۸ء

جے۔ ایف فروریب

(J.F.Fooriep)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ

پارو (Pareav)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ غیر مطبوعہ

شروڈر

(Schroeder)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

لیڈرلین

(Lederlin)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

سائیکس

(Sikes)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۶۷۸ء

آگسٹن فانفر

(A.Ptiffer)

لاطینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

قرآن مجید اور مستشرقین

سیمول گاٹ والڈ

(S.G.Wald)

## کچھ دوسرے مستشرقین

ڈچ میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۸۵۹ء

ایل اے جے ٹولینٹ

(L.A.J.Tollent)

ڈچ میں قرآن کا انگریزی سے ترجمہ کیا۔ مطبوعہ

کئی زرایس

روڈ ڈیم ۱۹۰۵ء، ۱۹۱۶ء

(S. Keiyzer)

یونانی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۷۳۳ء

ہرمینس وال ڈرہارٹ

(Kernannus.Yonoet)

یونانی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۹۲۸ء

پنٹاکی

(Pentakie)

قرآن کے منتخب حصوں کا مکاسرین میں ترجمہ

ڈبلیو ایم ڈونسلاور

کیا، مطبوعہ رائٹرز ڈوم ۱۸۶۱ء

(W.M.Donsuls)

مکاسرین میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

بی ایف میتھس

(B.F.Mathes)

بلغاری میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ صوفیہ

ٹوموف و سکولوف

۱۹۳۳ء

(Tomouef Shater)

پولینڈی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۸۵۸ء

بوشکیٹو

(Boshkitow)

پولینڈی میں قرآن شائع کیا۔

جیکب زنگوک

(Jacob.Szimkiewicz)

سرین میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ بلغراد

مکولوبیراٹک

۱۸۹۵ء

(Mikolobibartic)



قرآن مجید اور مستشرقین

ہنگری میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۸۵۴ء

زیڈمارٹیکڈن

(Szendmayergeden)

ہنگری میں ترجمہ قرآن

جرزان (Jarzen)

آرمینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

لورنز (Lorenz)

آرمینی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ ۱۹۱۲ء

کوری ٹین

(Kourbation)

رومانی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ ۱۹۱۲ء

ایسوپسکل

(Eusue Paeskile)

آسٹیرین میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

زوماپردگدیون

(Szendmayeretgodon)

آسٹیرین میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

گیرسون

(Ghirson)

بوہیمیا میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ پراگ

ویزیلی (Wizly)

۱۹۳۵ء

بوہیمیا میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ پراگ

نائیکی (Naiki)

۱۹۳۳ء

## عہد حاضر کے کچھ مستشرقین

”قرآن کے اپنے متعلق بیانات کے تفسیری

ایلفرڈ ٹی ویلش

مضمرات“ مقالہ

(Alfard.T.Wellash)

”کلمۃ اللہ اور نبوت عیسیٰ اور سورہ آل عمران

اے ایچ ماتھیسن

کی آیات ۶۲-۳۳ کی بیانیہ تحلیل“ مقالہ

(A.H.Mathesaen)

”قرآن اور تفسیری ادب میں حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے حج اور روحانی سفر کا تذکرہ“ مقالہ

”اخباری تفسیر“ مقالہ ”اخباری شیعہ طریقہ

تفسیر“ مقالہ

”قرآن فطری یاری زبان“ مقالہ

”قرآن بطور الہامی کتاب“ مقالہ

”قرآن کے ذریعہ بائبل کی تفسیر“ مقالہ

”مثنائی کی اصطلاح کے مسائل“ مقالہ

”تفسیر طبری سے ابن کثیر تک“ مقالہ

”تشیح کی قرآنی بنیادیں“ مقالہ

”طب اسلامی کی ابتداء میں قرآن کا حصہ“

مقالہ

”ابتدائی ظاہری تفاسیر“ مقالہ

قرآن مجید اور مستشرقین

رودن فائر سٹون

(R.Fair.Ston)

بی ٹاڈ لاسن

(B.Tadelasan)

انٹھونی جان

(Anthone Johan)

جے ای و انسبورو

(J.E.Wansborue)

اینڈریورپن

(Endrrurepan)

اوری روبن

(Aory Roben)

نارمن کالٹر

(Naman Kaltare)

ولفرڈ ماڈلنگ

(W.Modlence)

ایل کونراڈ

(L.Konerad)

آرون زیسو

(Arven Zeuso)

# مَا خذ ومراجع

عربي

- ١- قرآن مجيد - منزل من الله عزوجل
- ٢- الاسلام والمستشرقون، هاشم زكريا هاشم، مطبوعه جمهورية العربية المتحدة،  
١٩٦٥ء
- ٣- الاسلام والرسول في نظر منصفى الشرق والغرب، احمد بن حجر آل بوطامى،  
مطبوعة الثقافة سالم حسن الانصارى الدوحة قطر طبع ثالث، ١٣٩٨هـ
- ٤- اظهار الحق، العلامة رحمت الله كيرانوى، مطبوعة السعودية العربية ١٩٨٩ء
- ٥- الاعلام، خير الدين الزركلى، مطبوعه مصر، ١٩٢٩ء
- ٦- البخارى، الجامع الصحيح للامام البخارى
- ٧- دائرة المعارف القرن الرابع العشرين، محمد فريد وجدى، مطبوعه مصر ١٩٣٤ء
- ٨- دائرة المعارف للشعب، الدكتور جمال الدين الرمادى، مطبوعة قاهره ١٩٦١ء، ج ٥
- ٩- الفارة على العالم الاسلامى، تلخيص و تعليق محب الدين الخطيب و مساعد اليافى  
قاهره، ١٣٩٨هـ
- ١٠- الفكر الاسلامى الحديث وصلة بالاستعمار الغربى، الدكتور محمد البهى، دار الفكر  
بيروت ١٩٤٠ء
- ١١- مايقال عن الاسلام، عباس محمود العقاد، بيروت ١٩٤١ء، دكيه موسوعة عباس
- ١٢- مباحث في علوم القرآن، مناع القطان، الدار السعودية للنشر

۱۳- المخططات الاستعمارية لمكافحة الاسلام، محمد محمود الصواف، طبع ثالث،  
قاہرہ ۱۹۷۹ء

۱۴- المستشرقون، نجيب العقیقی، دار المعارف قاہرہ ۶۵-۱۹۶۳ء

ارو

۱۵- اسلام اور مستشرقین، اول تا پنجم، سید صباح الدین عبدالرحمن مطبع معارف ۱۹۸۵ء، (فروری  
۱۹۸۲ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اسلام اور مستشرقین کے عنوان سے بین الاقوامی سمینار ہوا تھا  
جس کی روداد اس میں پیش کیے گئے مضامین و مقالات اور مستشرقین پر علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان  
ندوی کی تحریریں اس میں مرتب کی گئی ہیں۔ جلد چہارم کی ترتیب مولانا عبدالرحمن پرواز اصلاحی کی  
ہے باقی علامہ موصوف کی ہیں)

۱۶- اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین، سید ابوالحسن علی ندوی، لکھنؤ ۱۹۸۲ء

۱۷- جائزہ تراجم قرآنی، محمد سالم قاسمی، سید عبدالرؤف عالی۔ سید محبوب رضوی، مجلس معارف القرآن

دیوبند ۱۹۶۸ء

۱۸- الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ الحمدیہ، سر سید احمد خاں، مطبوعہ نول کشور، ۱۸۸۷ء

۱۹- سیرت نبوی اور مستشرقین، ولہا وزن، ترجمہ عبدالعلیم احراری، دہلی ۱۹۲۹ء

۲۰- فرنگیوں کا جال، امداد صابری، صابری پبلشرز دہلی ۱۹۳۹ء

۲۱- ماخذ القرآن، ڈاکٹر ٹسڈال، دیکھیے ماہنامہ نگار لکھنؤ کا قرآن نمبر، جنوری ۱۹۳۵ء

۲۲- یورپ اور قرآن، چراغ علی اعظم یار جنگ، دفتر وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء

۲۳- یہودیت و نصرانیت، سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۳ء

## ضمیمہ ۱

قرآن مجید پر مستشرقین نے جو اعتراضات کیے ہیں علمائے اسلام نے ہر دور میں ان کے جوابات دیے ہیں، یا ان کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے وقت ان میں سے بہت سے حوالے نظر سے گزرے، افادہ عام کے لیے ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

- |                               |  |  |
|-------------------------------|--|--|
| المستشرقون والقرآن            | الدكتور اسماعيل سالم عبدالعالی           | رابطة العالم الاسلامی مکة المكرمة ۱۹۹۱ء                            |
| تاریخ القرآن                  | ابو عبد اللہ الزنجانی                    | مطبع الاعلام الاسلامی، سپہر، طہران ۱۳۰۳ء                           |
| رسم المصحف العثمان و اوہام    | عبدالفتاح اسماعیل شلمی                   | دار الشروق، جدہ ۱۳۰۳ھ، طبع ثانی                                    |
| المستشرقین فی قرأت القرآن     |  |  |
| الکریم دو الفہما و دفعہا      |  |  |
| القراءت فی نظر المستشرقین     | عبدالفتاح عبدالغنی                       | مکتبہ الدار المدینہ المنورہ ۱۳۰۲ھ                                  |
| والملحدین                     |  |  |
| معجم مصنفات القرآن الکریم     | الدكتور علی شواخ اسحاق                   | دار الرفاعی، ریاض ۸۳-۱۹۸۳ء   |
| القرآن فی نظر بعض المستشرقین  | عجیل النسمی                              | الوعی الاسلامی (ج) ۲۲/۱۳۰۳ھ  |
| القرآن فی رای المستشرقین      | ”  | الوعی الاسلامی (ع) ۲۱/۱۳۰۳ھ  |
| المستشرقون والقرآن الکریم     | محمد صدر الحسن ندوی                      | البعث الاسلامی لکھنؤ، ص ۲۸، ع ۳، ۱۰، ۱-۱۳۰۳ھ                       |
| اجلی البرہان تمجید القرآن     | ٹھاکر داس کی کتاب عدم ضرورت قرآن کا جواب | بحوالہ قاموس کتب اردو  |
| اعزاز قرآن بجواب اعجاز القرآن | ناصر الدین ابوالمنصور دہلی               | بحوالہ قاموس کتب اردو  |
| بائبل سے قرآن تک (ترجمہ)      | شیخ اکبر سہارنپوری عثمانی                | مطبوعہ پاکستان ۱۳۸۸ھ، یہ وہاں سے تین بار شائع ہو چکا ہے۔           |
| اظہار الحق                    |  |  |
| پیغام محمدی                   | سید محمد علی مراد آبادی                  | مطبع رحمانیہ مخصوص پور ۱۳۱۱ھ پادری                                 |
|                               |  | صدر علی کے نیاز نامہ اور پادری ٹھاکر داس کی عدم ضرورت قرآن کا جواب |



تائید الفرقان

محمد علی مراد آبادی محبوب مسیح

تحریف القرآن کا جواب

غلام دستگیر ہاشمی قصوری

تنزیہ الفرقان

سید محمد بھرت پوری

تعریف القرآن

مولوی عبدالحق دہلوی

تعلیم القرآن اور عمل یورپ

شمس الدین

حرز جان

ناصر الدین ابوالنصور دہلوی

شہاب الاسلام موسومہ بہ کتاب نیاز محمد علی مونگیری

صداقت قرآنی از کتب ربانی

مولوی سلیم اللہ

یورپ اور قرآن

چراغ علی اعظم یار جنگ

تاریخ ارض القرآن اور مستشرقین حافظ عمیر الصدیق ندوی کے اعتراضات کے جوابات

تحریف قرآن کی ناپاک یہودی سازش محمد عبدالحق صادقی

تاریخ تدوین قرآن اور مستشرقین مولانا ابوالقاسم نعمانی

تراجم قرآن کی عالمی بیلوگرانی اکمل الدین احسان ادغلو

تبصرہ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

تراجم قرآن مجید تازہ بہ تازہ نوبہ نو ڈاکٹر حمید اللہ پیرس

تاریخ ترتیب قرآن علامہ شبلی نعمانی

قرآن کریم پر تاریخی اعتراضات سید سلیمان ندوی

قرآن کریم کے متعلق شبہات اور اس محمد تقی عثمانی

کا جواب

قرآن مجید اور جرمنی

بیرن عمر

ترجمان القرآن، ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

مرآة القرآن کا جواب

مطبوعہ ۱۸۹۱ء، ماسٹر رام چندر کی کتاب

تحریف القرآن کا جواب

مفید عام آگرہ ۱۸۷۷ء، پادری عماد الدین

کے قرآن پر اعتراضات کا جواب

مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۵ھ، ماسٹر رام چندر

کی کتاب تحریف القرآن کا جواب

فیض عام پریس علی گڑھ ۱۹۳۹ء

نصرت المطالع دہلی، عبد اللہ الہتم کے

رسالہ اصلیت قرآن کا جواب

پادری صفدر علی کی کتاب نیاز نامہ اور ٹھاکر

داس کی کتاب عدم ضرورت قرآن کا جواب

سرو لیم میور کے رسالہ شہادت قرآنی کا جواب

دفتر وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء، نولکشور اسٹیم پریس

لاہور ۱۹۱۰ء

معارف، اعظم گڑھ، جنوری ۱۹۸۵ء

البلاغ، ستمبر ۱۹۷۵ء

سہ ماہی ترجمان الاسلام، بنارس

مجلد علوم القرآن، علی گڑھ ۱۹۸۷ء

معارف، اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۸۸ء

مقالات شبلی، اول

معارف، اعظم گڑھ، اگست ۱۹۱۶ء

البلاغ، ستمبر ۱۹۳۷ء

قرآن مجید اور مستشرقین

ترجمان القرآن، ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ  
الرشاد، اپریل - مئی ۱۹۸۵ء، اگست ۱۹۸۵ء

معارف ۱۹۸۶ء

برہان، فروری ۱۹۴۰ء

الاصلاح، اپریل ۱۹۲۸ء

البلاغ ۱۹۶۹ء

فاران، ستمبر ۱۹۷۶ء

فاران، ستمبر - اکتوبر ۱۹۵۲ء

فاران، اپریل ۱۹۵۶ء

علوم القرآن، جولائی - دسمبر ۱۹۸۹ء

علوم القرآن، جولائی - دسمبر ۱۹۸۹ء

بینات، ستمبر ۱۹۸۰ء

بینات، ستمبر ۱۹۷۵ء

بینات، اگست ۱۹۶۴ء

فکر و نظر، جنوری ۱۹۷۰ء

تفہیم القرآن، جلد ۴، ص ۱۴

تفہیم القرآن، جلد ۴، ص ۴۰۴

تفہیم القرآن، جلد ۶، ص ۵۹

ص ۱۴۶، ۱۴۹، ۵۵۶

سہ ماہی تحقیقات اسلامی، اکتوبر - دسمبر ۸۵

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ عبد الماجد دریا بادی

قرآن کریم کے انگریزی تراجم پر نیاز قومی

ایک نظر

قرآن سے متعلق جرموں کی خدمات ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس

قرآن مجید کے تراجم دنیا کی مختلف سعید احمد اکبر آبادی

زبانوں میں

قرآن مجید اور موجودہ عصری تحقیقات عبد الماجد دریا بادی

قرآن کریم اور مستشرقین صغیر حسن معصومی

قرآن اور مستشرقین محمد جعفر شاہ پھلواروی

قرآن غیروں کی نظر میں عتیق فکری

قرآن کریم کے مغربی ناقدین اسکندر احمد سہاروی

قرآن مجید کے روسی تراجم جابر ابو جابر

ترجمہ طلحہ ایوب اصلاحی

قرآنیات پر انگریزی تصانیف و محمد عادل عثمانی

تالیفات (ایک کتابی مطالعہ)

قرآن کریم ایک مسیحی کی نظر میں تنظیم حسین

قرآن کریم غیر مسلم مستشرقین کی محمد عبدالشکور

نظر میں

قرآن مجید کے انگریزی ترجمے عبد الماجد دریا بادی

قرآن کی تعلیمات - ایک انگریز

کی نظر میں

قرآن کے خلاف مستشرقین کی چالیں سید ابوالاعلیٰ مودودی

قرآن اور محمد کے خلاف مستشرقین کا سید ابوالاعلیٰ مودودی

اندھا تعصب

قرآن کے خلاف مستشرقین کے سید ابوالاعلیٰ مودودی

اعتراضات کے جوابات

قرآن مجید کے انگریزی تراجم اور تفاسیر ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی

تحقیقات اسلامی، جولائی-ستمبر ۱۹۹۰ء

الرشاد، ستمبر ۱۹۸۵ء

الاصلاح، جولائی ۱۹۳۷ء

ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۹۱ء

معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۳۳ء

البلاغ، ستمبر ۱۹۷۵ء

زندگی، رام پور، جون ۱۹۷۳ء

نقوش، رسول نمبر، لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء

معارف، دسمبر ۱۹۵۹ء

معارف، فروری ۱۹۸۳ء

معارف، مارچ ۱۹۸۳ء

معارف، جنوری ۱۹۸۳ء

معارف، دسمبر ۱۹۴۲ء

معارف، ستمبر ۱۹۸۱ء

علوم القرآن، علی گڑھ، جنوری-دسمبر  
۱۹۸۸ء

معارف، نومبر ۱۹۴۰ء

سلسلہ اسلام اور مستشرقین  
جلد چہارم، مقالات شبلی، اول

قرآن مجید اور مستشرقین

قرآن مجید اور بائبل کے تراجم ڈاکٹر محمود حسن  
(ایک مختصر تقابلی مطالعہ)

قرآن مجید اور غیر عربی رسم الخط کی نیاز قومی ایم اے  
شرعی حیثیت

جرمن میں علوم قرآنی کا مطالعہ ناصر

جمع وتدوین قرآن مجید اور مستشرقین محمد عارف اعظمی

چینی زبان میں قرآن کے تراجم ع-ز

حقانیت قرآن اور مغرب کے غیر مسلم محمد تقی عثمانی  
مصنفین

کیا قرآن بائبل سے ماخوذ ہے محمد ذکی

قرآن، اسلام اور رسول (غیر مسلموں پر وفیسر عبدالصمد صارم  
کی نظر میں)

قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمے ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس

قرآن اور مستشرقین سید اطہر حسین

قرآن مجید میں قصہ ابراہیم اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی  
مستشرقین کے اعتراضات

قرآن پر بین الاقوامی کانگریس (دہلی) سید صباح الدین عبدالرحمان

مستشرق نولدکی اور قرآن مجید محمد ادیس ندوی

مستشرقین کے نزدیک نبوت اور وحی مولانا ضیاء الدین اصلاحی  
کے دلائل

مسلم بک ریویو قرآن نمبر تبصرہ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

وحی از روئے قرآن اور مدعی کا تضاد بیانی سید سلیمان ندوی  
(مستشرقین کے خیالات کی تردید)

یورپ اور قرآن کے عدیم الصحتہ علامہ شبلی نعمانی  
ہونے کا دعویٰ

## ضمیمہ ۲

زیر مطالعہ موضوع پر ویب سائٹ [www.muslim-library.com](http://www.muslim-library.com) پر الاستشراق کے ذیل میں نیچے درج کی گئی کتابیں مطالعہ کی جاسکتی ہیں:

- ۱- وحی اللہ حقائقہ و خصائصہ فی کتاب والسنة نقض مزاعم المستشرقین / حسن ضیاء الدین عتر۔
- ۲- اہداف الترجمات الاستشرافية لمعانی القرآن الکریم ودوافعها / محمد اشرف علی الملیاری۔
- ۳- دراسة القرآن الکریم عند المستشرقین فی ضوء علم نقد کتاب المقدس / محمد خلیفہ بن حسن أحمد۔
- ۴- نبوة محمد (ﷺ) فی الاستشراق الفرنسی المعاصر / عبدالکریم فرحات
- ۵- حولة فی کتاب نولید کہ تاریخ القرآن / احمد عمران الزاوی۔
- ۶- ثبت مراجع حول ترجمات معانی القرآن الکریم الصادرة فی اسبانيا / سیف الاسلام بن عبدالنور الہلالی۔
- ۷- المستشرقون ومصادر التشريع الاسلامی / عجیل جاشم النشمی۔
- ۸- رد الطعون الواردة / موسی البسیط
- ۹- الوحی القرآنی فی الفکر اللاهوتی / عبدالراضی بن محمد عبدالمحسن
- ۱۰- مصدر القرآن الکریم فی رأی المستشرقین / محمد السید راضی جبرئیل
- ۱۱- تاریخ حركة ترجمة معانی القرآن الکریم من قبل المستشرقین ودوافعها وخطرها / محمد حمادی الفقیر التسمانی
- ۱۲- ترجمة اورى روبین لمعانی القرآن الکریم / محمد محمود ابوغدير
- ۱۳- کتاب القرآن وعالمه للمستشرق الروسي حول کتاب اللہ / السمر رفائیل کولیف
- ۱۴- آراء المستشرقین حول القرآن الکریم وتفسیره - دراسة ونقد / عمر بن ابراهیم رضوان۔
- ۱۵- الرسالة اعمديه فی المؤلفات الغربية / محمود حمدي زقزوق
- ۱۶- سورہ طہ فی الترجمات العبرية لمعانی القرآن الکریم / عامر الغرناطی الجابری
- ۱۷- ترجمة معانی القرآن الکریم والمستشرقون / محمد مہر علی
- ۱۸- الدخیل من اللغات القديمة علی القرآن من خلال کتابات بعض المستشرقین / مساعد بن سلیمان بن ناصر الطیار

- ۱۹- الخطاب الاستشراقى والقرآن الكريم / عبدالرزاق عبدالحميد الدرو
- ۲۰- الوحي القرآنى فى المنظور الاستشراقى ونقده / محمود ماضى
- ۲۱- اساليب المستشرقين فى ترجمة معانى القرآن الكريم - دراسة اسلوبية لترجمتى سيل واربرى / حسن سعيد غزاله
- ۲۲- موقف المستشرقين من القرآن الكريم / عدنان الوزان
- ۲۳- المستشرقون و القرآن الكريم / محمد امين حسن محمد بن عامر
- ۲۴- دراسة نقدية لترجمة معانى القرآن الكريم الى اللغة الانكليزية / عبدالله الخطيب
- ۲۵- القرآن الكريم من المنظور الاستشراقى - دراسة نقدية تحليلية / محمد محمد ابوليلة
- ۲۶- المستشرق اليليجا كولا اكنلادى ومنهجه فى ترجمة معانى القرآن الكريم الى لغة اليوربا / عبدالغنى اكوريدى عبدالحميد
- ۲۷- نبوة محمد (ﷺ) فى الفكر الاستشراقى المعاصر / خضر شايب
- ۲۸- مناهج المستشرقين الالمانى فى ترجمات القرآن الكريم فى ضوء نظريات الترجمة الحديثة / محمود محمد حجاج رشيدى
- ۲۹- المستشرقون والقرآن - دراسة نقدية لمناهج المستشرقين / عمر لطفى العالم
- ۳۰- آراء المستشرقين حول مفهوم الوحي / ادريس حامد محمد
- ۳۱- المستشرقون وترجمة القرآن الكريم / محمد صالح البنداق
- ۳۲- آراء المستشرقين الفرنسين فى القرآن الكريم / احمد نصيرى
- ۳۳- اشكالية تآثر القرآن الكريم بالاناجيل فى الفكر الاستشراقى الحديث / عبدالحكيم فرحات
- ۳۴- مصادر القرآن الكريم عند المستشرقين / صدرالدين بن عمرو كرموش
- ۳۵- نقض دعوى المستشرقين بتحريف القرآن خلال المقارنة مع كتب اهل الكتاب / احمد معاذ علوان حقى
- ۳۶- مناهج المستشرقين البحثية فى دراسة القرآن الكريم / حسن عزوزى
- ۳۷- الدراسات الاستشراقية للقرآن الكريم فى روية اسلامية / ادريس مقبول
- ۳۸- بحث حول نزول القرآن على سبعة احرف وبعض مطاعن جولد تسهير / عفاف على شكرى
- ۳۹- الاثر الاستشراقى فى موقف محمد اركون من القرآن الكريم / محمد بن سعيد السرحانى



- قرآن مجید اور مستشرقین ۱۱۸
- ۴۰- دعا وبالطاغین فی القرآن الکریم فی القرن الرابع عشر الهجرى والرد علیها / عبدالمحسن بن زید المطیری
- ۴۱- الشبه الاستشراقیة فی کتاب مدخل الی القرآن الکریم للدکتور محمد عابد الجابری / عبدالسلام والیکاری والصدیق بوعلام
- ۴۲- الرؤیة الاستشراقیة الاحرف السبعة والقراءات القرآنیة / رجب عبدالمرضی عامر
- ۴۳- المستشرق الالمانی، بیرجستر اسر و آثاره فی الدراسات القرآنیة ومنهجه فیها / ناصر بن محمد بن عثمان المنیع
- ۴۴- جهود العلماء المسلمین فی دراسة الكتابات الاستشراقیة حول القرآن الکریم / علی ابراهیم النملة
- ۴۵- مواقف المستشرقین من جمع القرآن الکریم ورسومه وترتیبه - عرض و نقد / ابوبکر کافى
- ۴۶- المستشرقون والقرآن ... دراسة ترجمات نفر من المستشرقین الفرنسیین للقرآن الکریم وآرائهم فیها / ابراهیم عوض
- ۴۷- الرد علی المستشرق الیهودی جولدتسیهر فی مطاعنه علی القراءات القرآنیة ، مؤلف / محمد حسن جیل ، مترجم / عمر لطفی العالم
- ۴۸- منهج الاسقاط فی الدراسات القرآنیة عند المستشرقین / محمد عامر عبدالحمید مظاہری ، مترجم / عمر لطفی العالم
- ۴۹- القرآن الکریم فی دراسات المستشرقین / مشتاق بشیر الغزالی ، مترجم / عمر لطفی العالم
- ۵۰- مصدر القرآن الکریم / عبدالودود بن مقبول حنیف ، مترجم / عمر لطفی العالم
- ۵۱- ملاحظات علی مساهمات المستشرقین فی الدراسات القرآنیة ، المؤلف / شتیفان فیلد ، المترجم / عمر لطفی العالم
- ۵۲- دراسة معان القرآن الکریم الی لانجلیزیة للمستشرق ارثر جے آربری / هیم بن عبدالعزیز ساب
- ۵۳- الدراسات القرآنیة عند المستشرقین / عبدالرزاق هرماس
- ۵۴- دراسة ترجمة معانی القرآن الکریم الی اللغة الفرنسیة التي اعده ساریجس بلاشیر ، المؤلف / فودی سوریا کمارا ، المترجم / الدكتور سمیر عبدالحمید ابراهیم
- ۵۵- تاریخ القرآن بین تساهل المسلمین وشبهات المستشرقین / اسماعیل أحمد الطحان

- ۵۶- القراءات فی نظر المستشرقین والملحدین / عبدالفتاح عبدالغنی القاضی
- ۵۷- تاریخ تطور ترجمة معانی القرآن الکریم الی لغة الیوربا / عبدالرزاق عبدالحمید الدرو
- ۵۸- ملاحظات علی ترجمة معانی القرآن الکریم للمستشرق الفرنسی جاک بیرک /  
حسن بن ادیس عزوزی
- ۵۹- شبہات حول القرآن الکریم / محمد عمارة
- ۶۰- ملاحظات علی ترجمة معانی القرآن الکریم الی اللغة الهولندية للمستشرق الهولندی ،  
د/فريد سيمهاوس / سفیان سوری سريجار
- ۶۱- الاستشراق والقرآن الکریم، مقدمة لرصد "وراقی" ببلوجرافى / علی ابراهيم النملة
- ۶۲- رسم المصحف العثماني وارهام المستشرقين فى قراءات القرآن الکریم / عبدالفتاح اسماعيل شلى
- ۶۳- القرآن الکریم فى دوائر المعارف اليهودية / محمد الهوارى

## ادارہ کی چند اہم مطبوعات

1300	ابن رشد مترجم ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی	بداية المجتہد ونہایۃ المتصد
460	مولانا عمر اسلم اصلاحی	قرآن مجید بحیثیت ماخذ سیرت
220	پروفیسر اختر اواسع	مستشرقین اور انگریزی تراجم قرآن
340	فیصل احمد ندوی	تفسیر اور اصول تفسیر
560	علامہ سید سلیمان ندوی	تاریخ ارض القرآن
560		قرآن مجید کی تفاسیریں چودہ سو برس میں
360	پروفیسر محمد یسین منظہو صدیقی	شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات
360	ڈاکٹر شکیل اوج	قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ
320	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی	برصغیر میں مطالعہ قرآن
360	ترجمہ: ابو مسعود اظہر ندوی	اسلام یہ ہے (علامہ محمد غزالی)
560	عظرف شہباز ندوی	محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
350	ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی	سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کا جائزہ
1600	مولانا ضیا الدین اصلاحی	تذکرہ المحدثین (3 جلد)
480	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	اسلام اور جدید فکری مسائل
600	ڈاکٹر اقبال احمد محمد اسحق	جرح و تعدیل
240	ڈاکٹر اقبال احمد محمد اسحق	رہبر تخریج حدیث
680	ڈاکٹر اقبال احمد محمد اسحق	تاریخ تحفظ سنت اور خدمات محدثین
340	پروفیسر اختر الواسع	فقہ اسلامی (تعارف اور تاریخ)
360	شاہ معین الدین ندوی	دین رحمت
380	مولانا عبدالقدوس ہاشمی	مختصر تاریخ خلافت اسلامیہ
300	ڈاکٹر ساجد الرحمن صدیقی	اسلامی فقہ کے اصول مبادی
300	سید اعجاز حیدر	معلم لغة القرآن (نیا ایڈیشن)
340	مولانا حبیب الرحمن الاعمسی	تعدیل رجال بخاری
260	مولانا سلطان احمد اصلاحی	عصر حاضر کی نفسیاتی الجھنیں اور ان کا اسلامی حل